نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ (یوسف ۳)

ہم تمہیں سب سے خوب صورت قصہ سُناتے ہیں

جمالِ زندگی

ابن مسعودِ ملت

ابوالسرور محمد مسرور احمد

ادارۂ مسعودیہ

۵۔ ای، ۲/۶، ناظم آباد، کراچی، سندھ اسلامی جمہوریہ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحن نقص علیک احسن القصص (یوسف ۳)

ہم تمہیں سب سے خوب صورت قصہ سُناتے ہیں

جمالِ زندگی

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ایم۔ اے ؛ پی۔ ایچ۔ ڈی

ادارۂ مسعودیہ

۲/۶، ۵۔ای، ناظم آباد، کراچی، سندھ

اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء
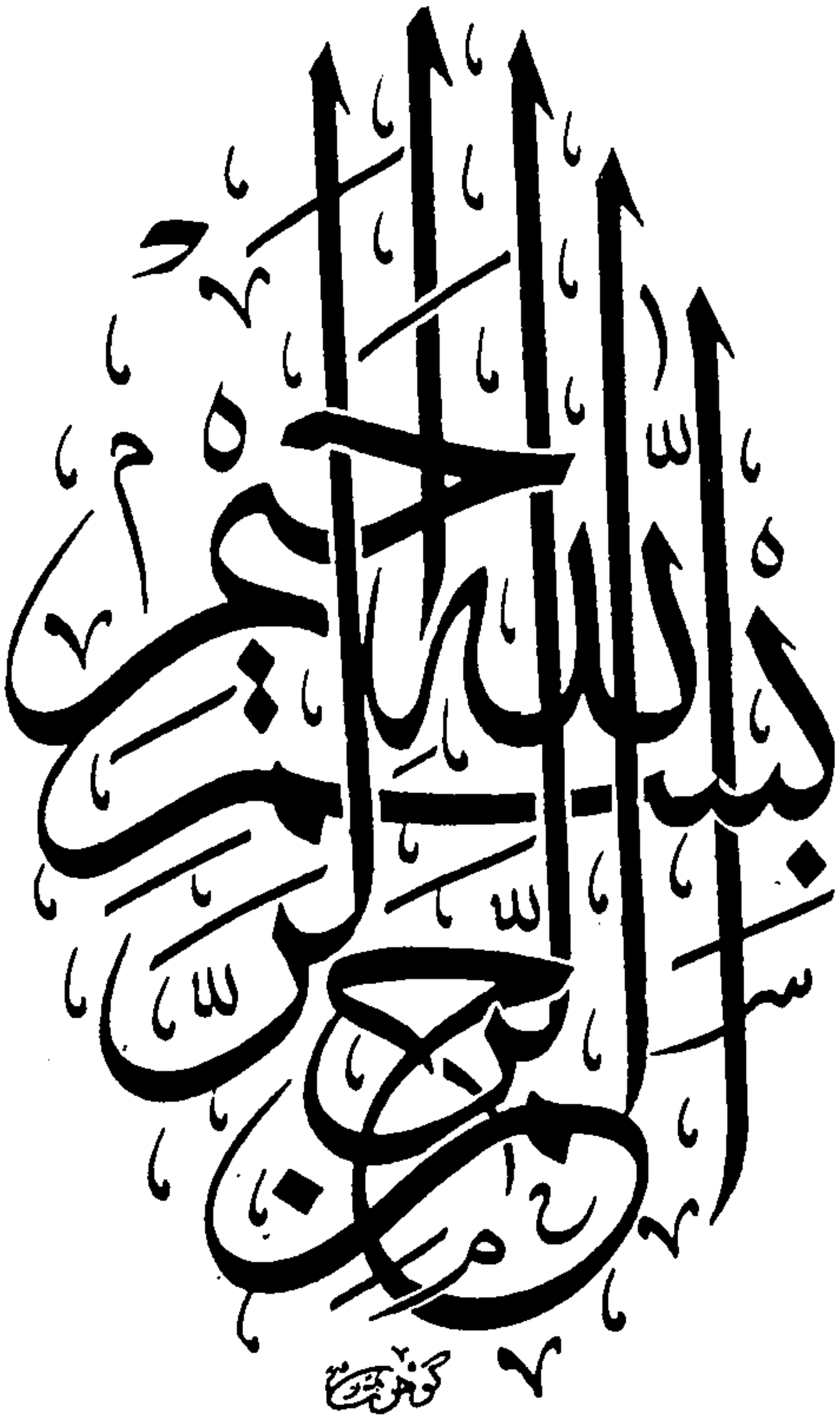
بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (اسراء ۱)

ا
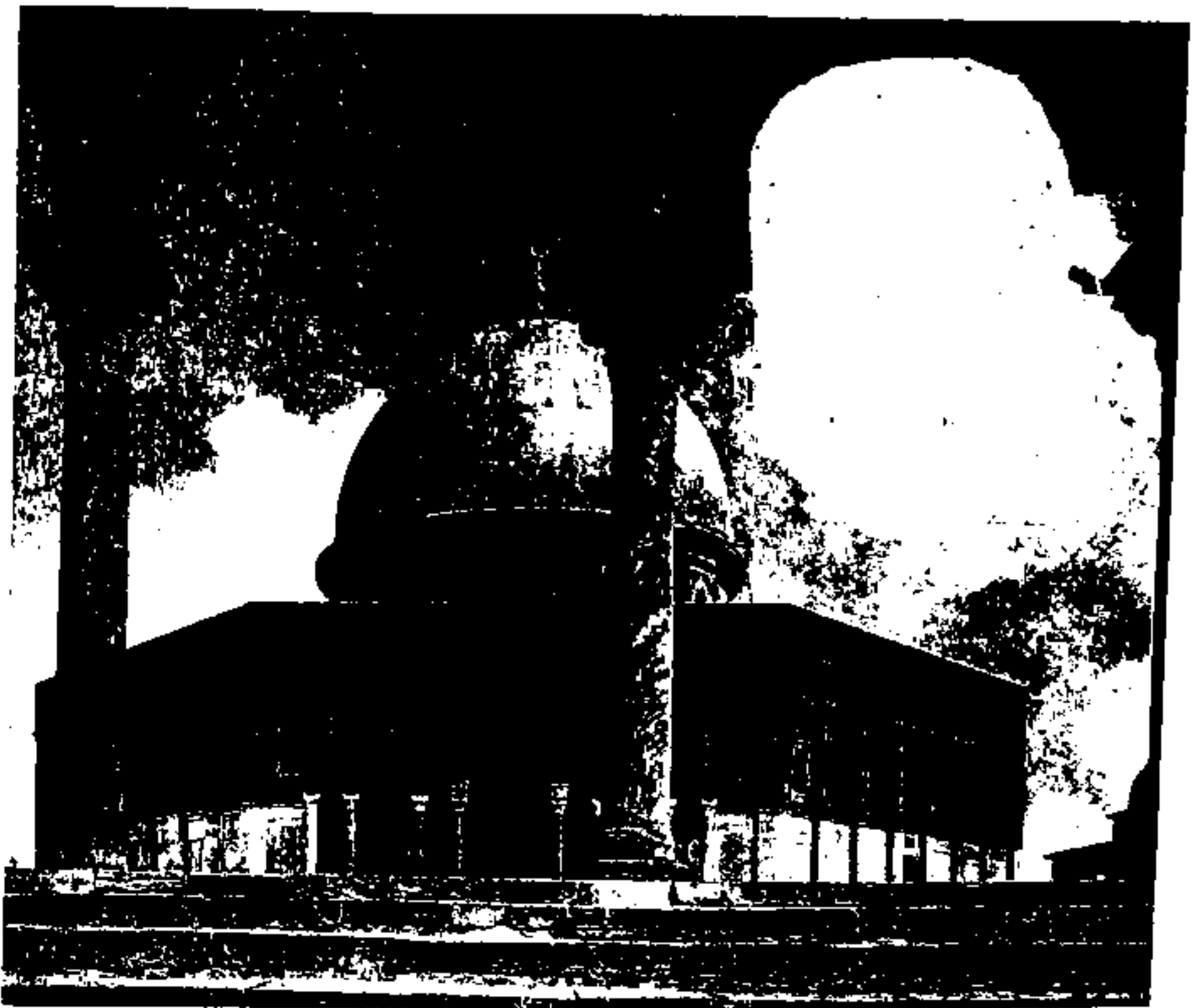
اگر ہم کو مستقبل کی طرف قدم بڑھانا ہے تو ماضی سے سبق حاصل کرنا ہوگا ---------ماضی کے سبق آموز واقعات دھرانے ہوں گے--------- یہ تصور کہ صرف اللہ کا ذکر کرو اور کسی کا ذکر نہ کرو، قرآنی تصور نہیں---------اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اپنے محبوبوں اور پیاروں کا کس محبت سے ذکر کیا ہے[1]--------- اگر اللہ کو صرف اپنا ہی ذکر کرانا مقصود ہوتا تو نبیوں رسولوں اور اولیاء اللہ کا کیوں ذکر فرماتا؟---------سارے قرآن میں صرف اللہ کا ذکر ہوتا---------اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیوں فرماتا:-

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِۦ فُؤَادَكَ[2]

(ترجمہ) یہ سب رسولوں کے قصے اس لئے بیان کرتے ہیں کہ تمہارا دل مضبوط کریں

تو محبوبوں کا ذکر کرنا اللہ کی سنت ہے، جو محبوبوں کے ذکر سے روکتا ہے وہ اللہ کی سنت سے روکتا ہے، جو محبوبوں کے ذکر سے روکتا ہے، وہ دلوں کو کمزور کرنا چاہتا ہے، کیونکہ ان کے ذکر سے دل مضبوط ہوتے ہیں۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ کا مقابلہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے دلوں کو کمزور کرے (معاذ اللہ)---------فرد کمزور ہوگا تو ملت کمزور ہوگی اور ملت کمزور ہوگی تو سلطنت و حکومت کمزور ہوگی، یہ منظر آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں--------- مسلمانوں کی بیسیوں سلطنتیں ہیں مگر ایک سے ایک کمزور---------جب ہم تعداد میں تھوڑے تھے اور دل مضبوط تھے تو ساری دنیا میں حکومت کر رہے تھے اور اب جب کہ ہم تعداد میں بہت ہیں، مگر دل کمزور ہیں، باوجود حکومت و سلطنت کے ذلیل و خوار ہو رہے ہیں--------- ہمارا علاج باطن کی اصلاح میں ہے اور باطن کی اصلاح اللہ اور اللہ کے محبوبوں کے ذکر سے ہوتی ہے، دلوں کو قوت انہیں کو یاد کرنے سے ملتی ہے، کیونکہ اللہ نے ان کو مسلمانوں کے لئے نمونہ بنایا

ہے---------اللہ کو نہ کسی نے دیکھا اور نہ دیکھنے کی تاب اور دیکھے بغیر انسان بنتا نہیں، سنورتا نہیں، اللہ نے اپنے محبوبوں کو اپنی قدرت کی نشانی بنایا اور انہیں کی راہوں پر چلنے کا حکم دیا۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ[۳]

(ترجمہ) چلا ہم کو سیدھی راہ، ان کی راہ جن پر تو نے انعام کیا

اور انہیں کی راہوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ قرار دیا

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُ السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ[۴]

(ترجمہ) اور بیشک یہ میری راہ سیدھی راہ ہے، اس پر چلو اور راہوں پر نہ چلو کہ تم کو راہ سے بے راہ کر دیں گی۔

اس لئے یہ بات دل میں بٹھالینی چاہئے کہ اللہ کے نبیوں، اللہ کے رسولوں، اللہ کے ولیوں اور سب کے محبوب و مطلوب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر ہم اللہ کو نہیں پا سکتے، کیونکہ ان کو چھوڑنا، اللہ کے حکم کو نہ ماننا اور اللہ کے حکم سے سرتابی کرنا ہے، اور اللہ تعالیٰ سرکشوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○[۵]

(ترجمہ) اور اللہ سرکشوں کو ہدایت نہیں دیتا

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سے واقعات کا ذکر کیا ہے اور بعض کی طرف صرف اشارہ فرمایا، یہ اس لیے کہ ہم سبق حاصل کریں اور اپنے دلوں کو مضبوط کریں اور اللہ کو یاد کریں۔ ساری بات دماغ کی نہیں، دل کی ہے، دل والوں نے ماضی میں کیا کیا؟---------دماغ والے حال میں کیا کر رہے ہیں؟---------آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں---------قرآن کریم کے واقعات میں سب سے اچھا اور سب سے خوبصورت واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ[۶]

(ترجمہ) ہم تمہیں سب سے زیادہ خوبصورت قصہ سناتے ہیں۔
اس میں زندگی کے لئے بہت سی کام کی باتیں ہیں، اس سے اللہ کے محبوبوں کی شان بھی معلوم ہوتی ہے جن سے ہم کو دور کیا جارہا ہے، جن سے ہم اپنی نادانی کی وجہ سے دور ہورہے ہیں-------- قریب ہوں تو زندگی بن جائے اور سنور جائے۔

۲

حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے، حضرت اسحاق علیہ السلام کے پوتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے تھے--------- حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی ماموں کی بیٹی لیا بنت لیان سے پہلی شادی کی جن سے یہ چھ بیٹے ہوئے، (۱)روبیل، (۲) شمعون، (۳) لاوی، (۴) یہودا، (۵) زبولون اور آپ کی دو کنزیں بھی تھیں زلفہ اور بلہہ، ان سے چار بیٹے ہوئے۔ (۱)وان، (۲) تفتونا، (۳)جاد اور (۴) او شیر -------- حضرت یعقوب علیہ السلام نے لیا کے انتقال کے بعد اپنی سالی راحیل سے نکاح کیا، ان سے دو بیٹے پیدا ہوئے، حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے نبی ہوئے وہ سب اولاد یعقوب میں داخل ہیں۔ بخاری شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے فرمایا۔ الکریم ابن الکریم بن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم ؎۔

۳

حضرت یوسف کی والدہ راحیل، بنیامین کی پیدائش کے چالیس دن بعد انتقال فرما گئی تھیں اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام ان دونوں بیٹوں سے زیادہ پیار کرتے تھے کیونکہ چھوٹے چھوٹے بن ماں کے بچے تھے، حضرت یوسف علیہ السلام سے زیادہ محبت تھی کہ ان میں آپ کو آثار نبوت ورسالت بھی نظر آرہے تھے۔ اس محبت کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے دوسرے

بھائیوں کو بہت جلن تھی ------- بالعموم بڑی ماں کے بیٹوں کو چھوٹی ماں کے بیٹوں سے جلن ہوتی ہے کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ بھائیوں کو حسد اس وجہ سے بھی تھا کہ وہ کثرت میں تھے شاید کما کر لاتے ہوں گے، جو کمائی کر کے لاتا ہے اس بیٹے کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ والدین بہ نسبت اس بیٹے کے جو گھر میں رہے، کام کاج نہ کرے، اس سے زیادہ محبت کریں، مگر حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین سے زیادہ محبت کرتے تھے، یہ دیکھ دیکھ کر بھائی اور جلتے تھے۔ لڑکپن کے اس زمانے میں حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا جو اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیان فرمایا۔

اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ۝۴

ابا جان! میں نے خواب میں گیارہ ستارے سورج اور چاند دیکھیں ہیں۔ میں نے دیکھا کہ یہ سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًا اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۝۵

(حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا)۔ میرے بیٹے! اپنا یہ خواب بھائیوں سے نہ کہنا۔ کہیں شیطان ان کو بہکا نہ دے اور وہ تمہارے ساتھ کوئی چال چلیں۔ بیشک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔

خواب سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی مستقبل کی ترقیوں اور بلندیوں کا اندازہ ہوگیا تھا، چنانچہ بھائیوں کو یہ خواب بتانے سے منع فرما دیا ------- اس خواب کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے ان خوش خبریوں سے نوازا۔

وَكَذٰلِكَ یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ وَ یُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ وَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَ عَلٰۤى اٰلِ یَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى

اَبَوَیۡکَ مِنۡ قَبۡلُ اِبۡرٰهِیۡمَ وَ اِسۡحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّکَ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ۝ ۱۰

(ترجمہ) اور اسی طرح تجھے تیرا رب چن لے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا اور یعقوب کے گھر والوں پر، جس طرح تیرے پہلے دونوں باپ دادا ابراہیم اور اسحاق پر پوری کی، بیشک تیرا رب علم و حکمت والا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس خواب کی بھنک بڑے بھائیوں کے کان میں پڑ گئی۔ حضرت یوسف نے صبح اپنے والد صاحب سے خواب بیان فرمایا تو سوتیلے بھائی موجود نہ تھے، شاید اپنے کام پر گئے ہوئے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب یہ فرمایا کہ خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا تو، حضرت یوسف کی بھابیوں نے یہ بات سن لی اور بھائی جب اپنے اپنے کاموں سے واپس آئے تو انہوں نے یہ خواب ان سے کہدیا۔ حسد کی آگ اور بھڑک اٹھی چنانچہ برادران یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قتل اور ملک بدری کا منصوبہ بنایا۔

اِذۡ قَالُوۡا لَیُوۡسُفُ وَ اَخُوۡهُ اَحَبُّ اِلٰۤی اَبِیۡنَا مِنَّا وَ نَحۡنُ عُصۡبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنِۣ ۝ اقۡتُلُوۡا یُوۡسُفَ اَوِ اطۡرَحُوۡهُ اَرۡضًا یَّخۡلُ لَکُمۡ وَجۡهُ اَبِیۡکُمۡ وَ تَکُوۡنُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ قَوۡمًا صٰلِحِیۡنَ ۝ قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ لَا تَقۡتُلُوۡا یُوۡسُفَ وَ اَلۡقُوۡهُ فِیۡ غَیٰبَتِ الۡجُبِّ یَلۡتَقِطۡهُ بَعۡضُ السَّیَّارَةِ اِنۡ کُنۡتُمۡ فٰعِلِیۡنَ ۝ ۱۱

(ترجمہ) جب بھائیوں نے کہا کہ ضرور یوسف اور اور اس کا بھائی (بنیامین) ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں اور ہم ایک جماعت ہیں بے شک ہمارے باپ کھلم کھلا ان کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں، یوسف کو مار دو یا کہیں زمین میں پھینک آؤ کہ تمہارے باپ کا منہ صرف تمہاری ہی طرف رہے اور اس کے بعد پھر نیک ہو جانا۔ ان (بھائیوں) میں ایک بھائی نے کہا کہ اگر تمہیں کچھ کرنا ہے تو یوسف کو مارو نہیں، اسے اندھے کوئیں

میں ڈال دو کہ کوئی چلتا اسے آکر لے جائے
اور اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے
اور حضرت یوسف علیہ السلام کو سیر و تفریح کے بہانے اپنے ساتھ لے جانے کی درخواست کی۔

قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ○ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَ یَلْعَبْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○ [۱۲]

(ترجمہ) کہنے لگے، اباجان! آپ کو کیا ہوا کہ آپ یوسف کے بارے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے اور ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں، کل سے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے، میوے کھائے اور کھیلے، بیشک ہم اس کے نگہبان ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:۔

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ○ [۱۳]

(حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:) تم یوسف کو لے جاؤ گے تو مجھے فکر لگی رہے گی اور یہ بھی اندیشہ ہے کہ کہیں بھیڑیا نہ پھاڑ کھائے اور تم کو پتا بھی نہ چلے۔

برادران یوسف نے جواب دیا:۔

قَالُوْا لَىٕنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ○ [۱۴]

یوسف کو بھیڑیا کھا جائے تو ہم اتنے سارے بھائی کس مصرف کے ہیں؟

چنانچہ بھائیوں کے اصرار کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اجازت دے دی۔
ایک روایت یہ بھی ہے کہ روانگی سے قبل حضرت یعقوب علیہ السلام نے جنت کی وہ معجزاتی ریشمی قمیض تعویذ بنا کر آپ کے گلے میں ڈال دی جو آگ میں ڈالنے سے قبل حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنائی تھی اور جو تبرک کا آپ کے خاندان میں محفوظ چلی آرہی تھی تاکہ نقصان سے محفوظ رہیں--------جب بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو لے

کر چلنے لگے تو حضرت یعقوب علیہ السلام بھائیوں کے ساتھ شہر کنعان کے دروازے پر "شجرۃ الوداع"، تک تشریف لائے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو الوادع کہا-------- غالباً آپ کا دل گواہی دے رہا تھا کہ جدائی کی گھڑی آنے والی ہے ورنہ سیر کے لئے جانے والے بچوں کو رخصت کرنے کے لئے کوئی باپ نہیں جاتا۔ بہر حال حضرت یعقوب علیہ السلام سے اجازت لے کر یہ سب بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے گئے۔ آپ کے سب سے چھوٹے بھائی بنیامین غالباً اس لئے نہ گئے کہ وہ بہت چھوٹے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام بارہ تیرہ سال کے تھے-------- بھائیوں نے گھر سے دور ہوتے ہی دل کی بھڑاس نکالی اور حضرت یوسف علیہ السلام کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا، ایک بھائی مارتا دوسرے بھائی سے فریاد کرتے وہ بھی مارتا-------- بھائی مار پیٹ کر دل کی بھڑاس نکالتے رہے۔ جب بڑے بھائی یہودا یا روبیل نے یہ دیکھا تو اس کو بہت ترس آیا، اس نے سختی سے منع کیا اور کہا کہ کیا یہ طے نہ پایا تھا کہ اس کو کنوئیں میں ڈالا جائے گا، قتل نہیں کیا جائے گا، کچھ کرنا ہی ہے تو یوسف کو کنوئیں میں ڈال دو، کوئی قافلہ والا یہاں سے پانی بھرے گا تو اس کو یہاں سے نکال کر لے جائے گا، تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا، باپ کی نظروں سے بہت دور، دور دراز ملکوں میں چلا جائے گا-------- برادران یوسف کو حضرت یوسف علیہ السلام سے حسد تھا اور یہ تمنا تھی کہ محبت یعقوب علیہ السلام کی نعمت حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں زائل ہو کر ان کو مل جائے-------- شریعت میں حسد کی سخت ممانعت ہے ہاں اس کی اجازت ضرور ہے کہ دوسرے کی نعمت کی زوال کی آرزو کئے بغیر اپنے لئے وہی نعمت چاہے جو اس کو ملی ہوئی ہے۔ اس کو غبطہ کہتے ہیں جس کو اردو میں رشک کہتے ہیں۔

بہر حال جب یہ طے پایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈال دیا جائے

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْٓا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ○ ۱۵

(ترجمہ) پھر جب اسے لے گئے اور سب کی رائے یہی ٹھری کہ اسے اندھے کنوئیں میں ڈال دیں ہم نے اسے وحی بھیجی کہ ضرور تو انہیں ان کا یہ کام جتادے گا ایسے وقت کہ وہ نہ جانتے ہوں گے۔

توبھائیوں نے حضرت یوسف کے ہاتھ پیر باندھ دیئے کہیں کسی طرح آپ کنوئیں سے باہر نہ آجائیں پھر آپ کو کنوئیں میں لٹکایا اور جب آدھا فاصلہ رہ گیا تو کنوئیں میں چھوڑ دیا------- یہ کنواں کنعان سے تین فرلانگ کے فاصلے پر مضافات بیت المقدس یا اردن میں واقع تھا، منہ تنگ تھا اور اندر سے فراخ تھا------- بہر حال جب آپ کو اس کنوئیں میں ڈالا گیا تو خدا کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو کنوئیں کے ایک پتھر پر بٹھا دیا اور جنتی ریشمی کرتا جو آپ کے گلے میں ڈالا ہوا تھا کھول کر پہنا دیا------- یہ کرتا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت اسحاق علیہ السلام کے پاس آیا اور حضرت اسحاق علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آیا اور جیسا کہ عرض کیا گیا حضرت یعقوب علیہ السلام نے گھر سے چلتے وقت تعویذ بنا کر حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے میں ڈال دیا تھا۔

برادران یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنا کرتا کنوئیں میں ڈالنے سے پہلے ہی اتار لیا تھا، اس کو بکری کے خون میں لت پت کر کے روتے پیٹتے اور دھاڑیں مارتے حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝[۱۶]

(ترجمہ) اور رات ہوتے اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے، بولے اے ہمارے باپ! ہم دوڑتے نکل گئے یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑا تو اسے بھیڑیا کھا

گیا اور آپ کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے اگرچہ ہم سچے ہی ہوں اور اس کے کرتے پر ایک جھوٹا خون لگا لائے، (یعقوب) نے کہا کہ بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات تمہارے واسطے بنالی ہے۔

کرتا خون آلود ضرور تھا لیکن پھٹا ہوا نہیں تھا، اگر بھیڑیا پھاڑ کھاتا تو کرتا کیوں چھوڑتا، یہ دیکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے دلوں نے یہ بات بنالی ہے -------- وہ کہنے لگے ہم اگر سچے بھی ہوں تب بھی آپ ہماری بات پر یقین نہیں کریں گے -------- بہر حال حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی شہادت کی خبر سن کر کمال صبر فرمایا، جو انبیا علیھم السلام کے شایان شان ہے، فرمایا "صبر ہی اچھا ہے جو تم کہہ رہے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں''، حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کی جدائی پر بھی صبر فرمایا اور اس وقت بھی یہی فرمایا" تو اچھا صبر ہے عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب سے مجھے لا ملائے گا''-------- حقیقت میں عین مصیبت کے وقت صبر کرنا ہی صبر ہے ورنہ مصیبت پر تو رفتہ رفتہ صبر آہی جاتا ہے۔

۴

برادران یوسف حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈال کر چلے گئے انہوں نے ایسے کنوئیں میں ڈالا جو کسی قافلہ کی گزرگاہ پر بھی نہ تھا۔ اس کے باوجود نگرانی کرتے رہے کہیں کوئی آدمی ادھر آنہ نکلے اور ترس کھا کر حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں سے باہر نہ نکال دے -------- حضرت یوسف علیہ السلام تین دن تین رات اس کنوئیں میں رہے، تین دن کے بعد ایک قافلہ مدین سے مصر جارہا تھا راہ بھول کر ادھر آنکلا اور یہاں پڑاو ڈالا۔

وَ جَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَٰبُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَٰمٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ بِضَٰعَةً ۚ وَ اللَّهُ عَلِيمٌۢ بِمَا

يَعْمَلُوْنَ ۝ وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَ كَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ؏

(ترجمہ) اور ایک قافلہ آیا، انہوں نے اپنا پانی لانے والا بھیجا تو اس نے اپنا ڈول ڈالا، بولا آہا! کیسی خوشی کی بات ہے یہ ایک لڑکا ہے، اور اسے ایک پونجی بنا کر چھپا لیا اور اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔ اور بھائیوں نے اسے کھوٹے داموں گنتی کے روپوں میں بیچ ڈالا اور انہیں اس (سودے) میں کچھ رغبت نہ تھی۔

قافلہ والے وارد (پانی بھرنے والے) مالک بن دعر الخزاعی نے جب پانی بھرنے کے لئے ڈول کنوئیں میں ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے حکم الٰہی ڈول پکڑ لیا اور اس میں بیٹھ گئے۔ ڈول بھاری ہو گیا، پانی بھرنے والے نے جب جھانک کر دیکھا تو حضرت یوسف علیہ السلام اس میں بیٹھے تھے، وہ آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر حیران رہ گیا، خوشی سے پھولا نہ سمایا اور چیخ اٹھا "اے قافلے والوں خوشخبری ہو یہ خوبصورت لڑکا ہاتھ آیا ہے" برادران یوسف میں کوئی دور سے نگرانی کر رہا تھا جب آپ کو نکالا گیا تو وہ بھائی قافلے والوں کے پاس دوڑ کر آیا اور عربی زبان میں حضرت یوسف علیہ السلام کو خاموش رہنے کی ہدایت کی اور قافلہ والوں سے کہا کہ "یہ ہمارا غلام ہے اور بھاگ کر آیا ہے کنوئیں میں چھپ گیا بہت نکما ہے کسی کام کا نہیں، اگر تم چاہو تم ہم سے خرید لو" -------- بہر حال حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نے حضرت یوسف علیہ السلام جیسے متاع عزیز کو اونے پونے بیچ دیا-------- جس شخص کے ہاتھ حضرت یوسف علیہ السلام کو بیچا گیا اس کا نام مالک بن دعر الخزاعی تھا اسی نے آپ کو گراں قیمت پر عزیز مصر کے ہاتھ فروخت کیا تھا اور عزیز مصر نے نہایت ہی گراں قیمت پر خریدا تھا-------- اس سے معلوم ہوا کہ کوئی متاع اپنی حقیقی قیمت ساتھ نہیں رکھتی، اس کا اختیار اللہ کے اختیار میں ہے۔ اسی لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہر چیز کا نرخ اور قیمت اللہ کے اختیار میں ہے اس میں کسی کا اختیار نہیں چلتا"۔

جب یہ قافلہ مصر پہنچا تو مالک بن دعر الخزاعی حضرت یوسف علیہ السلام کو بیچنے کے لئے (شاید اس زمانے میں غلاموں کی خرید و فروخت ہوتی تھی) مصر کے بازار میں لایا، آپ کا چہرہ مہرہ اور رنگ و روپ دیکھ کر گاہکوں کا ہجوم ہو گیا، دام بڑھنے لگے. مصر کے وزیر اعظم قطفیر مصری (جس کو عزیز مصر کہتے تھے اور جس کے تصرف میں شاہ مصر ریان بن ولید عملیقی نے ملک کے سارے خزانے دے دیئے تھے) بھی ادھر آنکلا، دام بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچے:

۱۔ آپ کے وزن کے برابر سونا

۲۔ آپ کے وزن کے برابر چاندی

۳۔ آپ کے وزن کے برابر مشک

۴۔ آپ کے وزن کے برابر حریر (یعنی قیمتی ریشمی کپڑا)

آخری قیمت یہی ٹھہری، آپ کا وزن چار سو رطل تھا (یعنی ایک من سے کچھ زیادہ) اور عمر شریف بارہ تیرہ سال کی تھی -------- اس گراں قیمت پر کوئی خریدار نہ خرید سکا چنانچہ وزیر اعظم مصر نے اس قیمت پر آپ کو خرید لیا اور اپنے گھر لے آیا اور اپنی بیوی زلیخا (راعیل) سے کہا:-

وَ قَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۱۸

(ترجمہ) اور مصر کے جس شخص (قطفیر عزیز مصر) نے اسے خریدا وہ اپنی عورت سے کہنے لگا انہیں عزت سے رکھو، شاید ان سے ہمیں نفع پہنچے یا ان کو ہم بیٹا بنالیں۔

وزیر اعظم قطفیر (عزیز مصر) نے قیافہ سے اندازہ لگایا لیا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام مستقبل میں ایک عظیم شخصیت بن کر ابھرنے والے ہیں، پھر وہ لاولد بھی تھا، یہ خیال آیا ہو گا کہ مستقبل میں آپ اس کے جانشین ہوں گے اللہ تعالی نے اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں جمایا، نبوت رسالت عطا فرما کر معجزات سے سرفراز فرمایا اور حکومت سلطنت سے نواز کر مصر کا بادشاہ بنایا۔

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ وَ لِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ

الَا حَادِیۡثِ ؕ وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤی اَمۡرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝ ۱۹

اور اسی طرح ہم نے یوسف کو اس زمین جماؤ دیا اور اس لیے کہ اسے باتوں کا انجام سکھائیں اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا کنعان سے مصر لے جایا جانا اور فروخت ہونا، مصر میں آپ کے جماؤ کا ایک بہانہ تھا:-

رحمت حق بہانہ می جوید

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيۡنٰهُ حُكۡمًا وَّ عِلۡمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۝ ۲۰

(ترجمہ) اور جب اپنی پوری قوت کو پہنچا، ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرمایا اور ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو

یہ ہی وہ شہر ہے جہاں آپ کو نبوت ور سالت سے نوازا گیا، یہ ہی وہ شہر ہے جہاں آپ کو خوابوں کی تعبیر کا معجزہ عطا کیا گیا، یہ ہی وہ شہر ہے جہاں آپ کو علم غیب سے نوازا گیا، یہ ہی وہ شہر ہے جہاں آپ کو ملک کے خزانوں کا مالک بنایا گیا یہ ہی وہ شہر ہے جہاں آپ کے سر مبارک پر تاج شاہی رکھا گیا اور تمام مصریوں کو آپ کا غلام بنادیا گیا، یہ ہی وہ شہر ہے جہاں آپ نے وصال فرمایا۔

۵

حضرت یوسف علیہ السلام بہت ہی حسین و جمیل تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حسن کی تعریف فرمائی اور فرمایا۔

"اوروں کا حسن مثل ستاروں کے ہے، اور یوسف کا حسن مثل چاند کے ہے" [۲۱]

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:-

"میرے بھائی یوسف زیادہ صباحت والے ہیں اور میں زیادہ ملاحت والا ہوں" [۲۲]

اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ و سلم کو تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام نظر آئے چنانچہ آپ نے فرمایا۔ تمام دنیا کے حسن جمال میں سے حسن و جمال کا نصف حصہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ اسلام کو عطا فرمایا۔ ۲۳

حقیقت یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کا نور تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور ہیں-------- حضرت یوسف علیہ السلام زنان مصر اور اہل مصر کے محبوب تھے،-------- اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محبوب بنا کر ساری مخلوق پر آپ کی محبت و الفت کو فرض کر دیا جس پر سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۰ گواہ ہے، یہ ہی نہیں بلکہ آپ کی اطاعت کرنے والے کو اپنا محبوب بنایا اور اطاعت کو شرط محبت قرار دیا-------- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس محبوبیت پر نازاں تھیں، آپ فرماتی ہیں کہ حضرت یوسف کے حسن پر تو مصر کی عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹے، میرے یوسف کو دیکھو جس کے حسن و جمال پر عرب کے جوان اپنی گردنیں کنوار ہے ہیں۔

> حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :- حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال اس جہاں کی خلقت اور حسن و جمال کی قسم میں نہیں ہے ان کا جمال بہشتیوں کے جمال کے حسن سے ہے۔ ۲۴
>
> دوسری جگہ فرماتے ہیں :-"حضرت یوسف علیہ السلام اگرچہ اس صباحت اور حسن و جمال کی وجہ سے جو وہ رکھتے تھے حضرت یعقوب علیہ السلام کے محبوب ہوئے لیکن ہمارے پیغمبر علیہ السلام اس ملاحت کی وجہ سے جو وہ رکھتے تھے خالق ارض و سما کے محبوب ہوئے اور زمین آسمان کو آپ کے طفیل پیدا کیا گیا۔ ۲۵
>
> اسی لئے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :-"اگرچہ اس دنیا

میں دو تہائی حسن حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے مسلم ہے باقی تہائی
حصہ سب میں تقسیم ہوا ہے لیکن اس عالم میں حسن صرف حسن محمدی ہے
صلی اللہ علیہ وسلم اور جمال بھی صرف جمال محمدی ہے صلی اللہ علیہ وسلم
کیونکہ آپ محبوب خدا جل سلطانہ ہیں۔ دوسرے حسینوں کو آپ کے حسن
سے کیا نسبت؟"۲۶

یہی حسن و جمال تھا جس کی وجہ سے ایک روایت کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام اکثر اپنے منہ پر نقاب ڈالے رہتے تھے تاکہ غیر عورتوں کی بد نگاہی سے محفوظ رہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوسروں کی بد نگاہی، بد نگاہ کو تو متاثر کرتی ہی ہے لیکن نیک انسان پر بھی اثر انداز ہوتی ہے--------خواتین کے پردے کے حکم میں ایک یہ بھی حکمت ہے کہ وہ بد نگاہی سے محفوظ ہیں--------ان کا حسن و جمال، عفت و عصمت بھی محفوظ رہیں، خود بھی محفوظ رہیں اور دوسرے بھی محفوظ رہیں۔

۶

آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایسا حسین و جمیل انسان جب کسی کے سامنے آیا ہوگا تو اس کے دل پر کیا گزری ہوگی-------- عزیز مصر عورتوں سے رغبت نہ رکھتا تھا اس کی بیوی زلیخا (راعیل) نے آپ کے دل کو لبھایا مگر آپ نے شباب و جوانی اور تنہائی کے باوجود اس کی طرف ایک آن نہ دیکھا، خدا کی پناہ مانگی اور اللہ کے حکم سے خود کو محفوظ رکھا اور اپنے کردار کی عظمت سے دنیا کے نوجوانوں کو ایک عظیم سبق عطا فرمایا۔

وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَ غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَ قَالَتْ
هَیْتَ لَكَؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ
الظّٰلِمُوْنَ۝ ۲۷

(ترجمہ) اور جس عورت کے گھر میں تھا اس نے اسے لبھایا کہ اپنا آپا نہ روکے اور

دروازے بند کر دئے اور بولی، آؤ تمہیں سے کہتی ہوں،،۔۔۔۔۔(یوسف نے) کہا اللہ کی پناہ عزیز تو میرا مربی ہے، اس نے مجھے اچھی طرح رکھا، بیشک ظالموں کا بھلا نہیں ہوتا۔

انسان اپنے نفس پر قابو پالے تو جہاں پر غالب آسکتا ہے، قابو نہ پا سکے تو سارے جہاں کا مظلوم و محکوم بن جاتا ہے۔ آزادی و غلام کا راز خود اسی کے اندر پوشیدہ ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے خود اپنے اوپر قابو پالیا۔ حسین و جمیل مصری عورتوں کو نظر بھر کے بھی نہ دیکھا، خلوتوں اور تنہائیوں کے باوجود زلیخا سے اپنادامن بچالیا--------اللہ نے اس کا صلہ یہ دیا کہ غلام سے آقا بنادیا، مصر کا بادشاہ بنا کر سارے مصریوں کو آپ کا غلام بنادیا (اللہ اکبر) کہاں وہ تنہائیوں کی پاسداریاں کہاں یہ جلوتوں کی حکمرانیاں؟---------کردار بلند ہو تو ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے اور بلندیاں قدم چوم لیتی ہیں--------- عین وقت پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ کی برہان، ملاحظہ کی--------- قرآن سے قرآن کی تفسیر کی جائے تو آپ نے حضور اکرم صلی اللہ کا جمال جہاں آرا دیکھا کیونکہ آپ ہی برھان رب ہیں (سورۃ نساء، آیت نمبر ۱۷۵) قرآن نے یہی فرمایا کہ عین وقت پر،، برھان رب،، کا مشاہدہ فرمایا۔

لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَ هَمَّ بِهَا لَوْ لَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۲۴

(ترجمہ) بیشک عورت نے اس کا ارادہ کیا (تقاضائے نفس) اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا (تقاضائے عصمت) اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا، ہم نے یوں ہی کیا اس سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں، بیشک جو ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں حضرت آدم کو معافی ملی اور دوسرے بہت سے انبیاء علیہم السلام کو بلاؤں سے نجات ملی--------- قدرت نہ پانا بھی برہان رب کہا جاسکتا ہے--------- حکم الٰہی عین وقت پر حضرت یوسف علیہ اسلام نے کردار کی بے مثال پختگی کا مظاہرہ فرمایا--------- کردار پختہ ہو تو انسان پختہ ہوتا ہے--------- دانائی اور حکمت بھی اسی پختگی کے تابع ہیں--------- انسان پختہ ہو تو معاشرہ پختہ ہوتا ہے اور حکومت

مضبوط ہوتی ہے---------کردار ناپختہ ہو تو انسان ناپختہ ہوتا ہے---------انسان ناپختہ ہو تو معاشرہ ناپختہ ہوتا ہے، سلطنت کمزور ہوتی ہے، اور رعیت پریشان حال---------ساری بات انسان کی ہے---------حضرت یوسف علیہ السلام نے جس پختہ کردار کا مظاہرہ فرمایا، اس کی گواہی خود زلیخا اور امراء و شرفاء مصر کی بیگمات نے دی---------اور خواتین سے بڑھ کر مرد کی عصمت و پاکدامنی کی گواہی کس کی ہو سکتی ہے؟---------حضرت یوسف علیہ السلام کا پختہ کردار ہر انسان کے لئے نمونہ ہے، یہ نمونہ ایسا چمک رہا ہے جیسا اندھیری رات میں چاند چمکتا ہے۔ ہم جدید تہذیب پر ناز کرتے ہیں، ہمیں نہیں معلوم عظیم تہذیبیں جنم لے لے کر اللہ کی نافرمانیوں کے نذر ہو گئیں---------سب سے بہتر تہذیب، تہذیب نفس ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف توجہ فرمائی اور ایک عظیم تہذیب کی بنیاد رکھی جس سے انسانیت کو سکھ ملا، چین ملا---------بے شک کردار مضبوط ہو تو انسان غلامی سے شاہی کی طرف سفر کرتا ہے، کردار کمزور ہو تو شاہی سے غلامی کی اتھاہ گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے۔

ہاں تو ذکر تھا حضرت یوسف کی کردار کی پختگی اور زلیخا کی دعوت گناہ کا---------

سات مقفل کمروں میں، ساتوں کمروں کی تنہائیوں میں اللہ نے بچایا---------حضرت یوسف علیہ السلام گناہ سے منہ موڑ کر چلے تو خدا کی شان مقفل دروازے کھلتے چلے گئے---------پیچھے پیچھے زلیخا اور آگے آگے حضرت یوسف علیہ السلام---------آخری کمرے سے نکلے تو اچانک عزیز مصر مکان میں داخل ہوا، دونوں کی مڈبھیڑ ہو گئی، زلیخا نے خود کو سنبھالا، اچانک بات پلٹی اور بولی:-

وَ اسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَيَا سَيِّدَ هَا لَدَا الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ۲۹

(ترجمہ) اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور عورت نے اس کا کرتا پیچھے سے چیر دیا اور دونوں کو عورت (زلیخا) کا خاوند (عزیز مصر) دروازے کے پاس ملا، کہنے لگی کیا سزا ہے

اس کی جس نے تیری بیوی سے بدی چاہی؟--------اس کو تو قید کیا جائے یا دکھ کی مار ماری جائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ الزام قبول کرنے سے انکار فرمایا مگر وزیر اعظم کی بیگم کے سامنے غلام کی بات کون سنتا،--------

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب اس الزام سے اپنی برات کی بات کی تو وزیر اعظم مصر نے پوچھا کہ کس طرح یقین کر لیا جائے تم خطاکار نہیں ہو، آپ نے فرمایا کہ "یہ چار ماہ کا بچہ جو جھولے میں لیٹا ہوا ہے یہ میری عصمت کی گواہی دے گا" وزیر اعظم نے کہا کہ "تم مذاق کر رہے ہو" آپ نے فرمایا "پوچھ کے دیکھ لو" اللہ قادر ہے کہ وہ اس کو بات کرنے والا بنا دے اور یہ میری بے گناہی کی گواہی دے"، وزیر اعظم مصر نے بچہ سے پوچھا تو وہ فوراً بول اٹھا

قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَ هُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ وَ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَ هُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ○ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚۖ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ○ ۳۰

(ترجمہ) (یوسف نے) کہا اس نے مجھ کو لبھایا کہ میں اپنی حفاظت نہ کروں اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی، اگر ان کا کرتا آگے سے چرا ہوا ہے تو عورت سچی ہے اور انہوں نے غلط کہا اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے چاک ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے، پھر جب عزیز مصر نے اس کا کرتا پیچھے سے چرا ہوا دیکھا، بولا یہ تم عورتوں کا چرتر ہے بیشک تمہارا چرتر بڑا ہے۔ (پھر یوسف سے کہا) تم اس کا خیال نہ کرو اور اے عورت تو اپنے گناہ کی معافی مانگ۔ بیشک تو خطاکاروں میں ہے۔

-------- سننے والے حیران رہ گئے -------- حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم

سے کنکریوں نے کلمہ پڑھا اور بھیڑیے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی-------
ایسا ہی ایک معجزہ حضرت مریم علیہ السلام کے لئے ظاہر ہوا حضرت عیسیٰ نے گہوارے میں حضرت مریم علیہا السلام کی عصمت کی گواہی دی اور مستقبل میں ہونے والی بہت سی باتوں سے پردہ اٹھایا[۳۱]--------

اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کی شان دکھانے کے لئے ایسے ہی معجزات دکھاتا ہے-------- حضرت ابراہیم علیہ السلام جس پتھر پر کھڑے خانہ کعبہ کی تعمیر فرما رہے تھے، وہ پتھر جدھر آپ جاتے آپ کے ساتھ ساتھ چلتا۔ اوپر، نیچے، دائیں، بائیں،-------- آج وہ پتھر باب کعبہ کے سامنے یادگار ہے[۳۲]-------- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا مارا تو چشمے پھوٹ نکلے[۳۳]، دریا میں عصا مارا تو دائیں بائیں پانی کھڑا ہو گیا شاہراہ بن گئی[۳۴] اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ ساتھ چلتے چلے گئے، فرعون اور اس کا لشکر ڈوب گیا-------- حضرت ایوب علیہ السلام نے پیر مارا تو زمین سے ٹھنڈا میٹھا پانی ابل پڑا، پانی پیا اور نہائے تو برسوں کا مرض جاتا رہا[۳۵]، صحت مند و تندرست ہو گئے-------- حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کر دیا، اندھوں کو بینا کر دیا، اور لاعلاج مریضوں کو اچھا کر دیا۔ مٹی کے پرندے پر پھونک ماری تو دوڑتے چلے[۳۶]۔ اللہ اکبر!--------ان عجائبات و معجزات کے ظہور کے لئے اپنے پیاروں کا انتخاب کیا-------- پیاروں کی بات بہت اونچی ہے-------- اللہ تعالیٰ پیاروں کی بات اونچی کرے اور ہم نیچی کریں کیسی بدبختی اور بدنصیبی ہے!
--------اگر حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں بڑے سے بڑا بھی کوئی گواہی دیتا تو کون مانتا، پھر ایسا رشتہ دار آتا بھی کہاں سے جو وزیر اعظم کی بیگم کے خلاف غلام کے حق میں گواہی دیتا-------- بات وزیر اعظم کی بیگم کی تھی کسی عام عورت کی نہ تھی-------- یہ بچہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں گواہی دی زلیخا کے ماموں کا چار ماہ کا شیر خوار لڑکا تھا جو شاید پرورش کے لئے زلیخا نے لے لیا ہو گا کہ اس کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی، شادی کے بعد عورتوں میں بالعموم اولاد کی شدید خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ عزیز مصر قوت سے محروم تھا اس لئے آئندہ بھی اولاد کی کوئی امید نہ تھی، بچہ سے دل کھل بھی ہو گئی، گھر میں بھی رونق ہو گئی۔ یہی بچہ تھا جو معجزانہ طور پر بول اٹھا اور زلیخا کا منہ بند ہو گیا۔

لیکن عورت تو عورت ہوتی ہے، اس لیے اس نے وزیر اعظم کو مجبور کیا کہ اس کی بدنامی کا داغ دھونے کے لیے حضرت یوسف علیہ سلام کو کچھ عرصے کے لیے قید کر دیا جائے، مگر بات عام ہو چکی تھی اور وزراء اور افسروں کی بیگمات زلیخا کو طعنے دینے لگی تھیں کہ غلام کو دل دے بیٹھی :-

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۭ اِنَّا لَنَرٰهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ ۳۰

(ترجمہ) اور شہر میں کچھ عورتیں بولیں کہ عزیز (مصر) کی بیوی اپنے نوجوان کا دل لبھاتی ہے، بیشک ان کی محبت اس کے دل میں پیر گئی، ہم تو اسے صریح خود رفتہ پاتے ہیں۔

زلیخا کے علم میں جب یہ باتیں آئیں تو انہوں نے ان بیگمات کے لیے دعوت کا اہتمام کیا، مسندیں بچھائیں، تکیہ لگائے، دستر خوان بچھائے، بھنے ہوئے گوشت کے ٹکڑے، پھل اور میوے سجائے، تمام بیگمات کو مسندوں پر بٹھایا، گوشت اور پھل کاٹنے کے لیے ہاتھوں میں چھریاں دے دیں یہ بیگمات کھانا شروع کرنے ہی والی تھیں کہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان بیگمات کے سامنے آجائیں، جب حضرت یوسف علیہ السلام سامنے آئے تو وہ دیکھتی کی دیکھتی رہ گئیں، گوشت اور پھل کاٹنے کے لیے چھریاں کیا چلائیں ہوش و حواس تو پہلے ہی گم تھے اپنے ہی ہاتھ کاٹ ڈالے اور بیک زبان کہنے لگیں کہ یہ آدمی نہیں یہ تو دل نواز و مہربان فرشتہ معلوم ہوتا ہے-------زلیخا بیگمات کو یہ بتانا چاہتی تھیں کہ یہ جوان ہی ایسا ہے جو دیکھتا ہے دل دے بیٹھتا ہے۔ اس میں میرا کیا قصور ؟

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ

مُتَّكَاً وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّ قَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝ ۳۸

(ترجمہ) تو جب زلیخا نے ان کا چرچا سنا تو ان عورتوں کو بلا بھیجا، اور ان کے لیے مسندیں تیار کیں اور ان میں ہر ایک کو ایک چھری دی اور یوسف سے کہا ان کے سامنے چلے جاؤ، جب عورتوں نے یوسف کو دیکھا تو اس کی خوب تعریف کی اور (مبہوت ہو کر پھلوں کے بجائے) اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور کہنے لگیں اللہ کے لیے پاکی ہے، یہ آدمی نہیں یہ تو ایک معزز فرشتہ ہے--------

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَ لَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَ لَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَ لَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ ۳۹

(ترجمہ) زلیخا نے عورتوں سے کہا کہ یہ ہیں وہ جن پر تم مجھے طعنہ دیتی تھیں اور بیشک میں نے ان کا جی لبھانا چاہا تو انہوں نے اپنے آپ کو بچایا اور بیشک اگر وہ یہ کام نہ کریں گے جو میں ان سے کہتی ہوں تو ضرور قید میں پڑیں گے۔

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ السلام نے زرق برق کپڑوں میں ان بیگمات کو ایک آن نہ دیکھا، نیچے نظریں کئے کھڑے رہے، اس حیرت انگیز شرم و حیاء نے بیگمات کو اور حیرت میں ڈال دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام حسن و خوبصورتی میں تو فرشتہ معلوم ہو ہی رہے تھے مگر عفت و عصمت میں بھی آپ فرشتوں سے بڑھ کر نکلے، آپ نے خواتین پر اپنی پاک دامنی کا ایسا سکہ بٹھایا کہ ان کو زندگی بھر یاد رہا۔

زلیخا کی دعوت اور بیگمات کی حرکتوں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے کا معاشرہ کچھ ہمارے ہی معاشرے سے ملتا جلتا تھا جس کو اعلیٰ ترین طبقہ کہا جاتا ہے اس طبقہ میں خواتین کے کرتوت کچھ ایسے ہی سننے میں آتے ہیں چند سال پہلے جب پاکستان میں زنا کے لیے شرعی حدود نافذ کرنے کی باتیں ہونے لگیں تو ایک نواب صاحب کی بیگم نے بیساختہ فرمایا کہ اس طرح تو اعلیٰ طبقہ کی بہت سی خواتین رسوا ہو جائیں گی ------- شاید مصر میں بھی اس طرح کا معاشرہ ہوگا مگر کچھ حیا بھی تھی شاید اسی لیے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ السلام کو قید خانے میں ڈالا گیا۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ السلام نے دعوت گناہ قبول کرنے کے بجائے قید خانے کو پسند کیا اور دعا فرمائی:

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ○ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ ۴۰

(ترجمہ) یوسف نے عرض کی اے میرے رب! مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے اس کام سے جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اور اگر تو مجھ سے ان کا مکر نہ پھیرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہوں گا اور ناداں ہوں گا

ے

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سن لی اور ان عورتوں کے مکر سے آپ کو محفوظ رکھا۔ جب حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ السلام قید خانے میں داخل ہوئے تو وہاں آپ کو دو قیدی ملے یونا اور مجلت ایک مصر کے بادشاہ ریان بن ولید بن عملیقی کے باورچی خوانے کا مہتمم تھا اور دوسرا

بادشاہ کا ساتھی دونوں پر یہ الزام تھا کہ انہوں نے بادشاہ کو زہر دینے کی کوشش کی اس جرم کی پاداش میں یہ دونوں قید کیے گئے ------ان میں سے ایک قیدی نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک باغ میں ہوں وہاں ایک انگور کی بیل میں تین رس بھرے خوشے لگے ہیں، بادشاہ کا جام ہاتھ میں ہے اور وہ ان خوشوں سے رس نچوڑ رہا ہے اور دوسرے قیدی نے دیکھا کہ اس کے سر پر کچھ روٹیاں ہیں، جن میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ۴۱

(ترجمہ) اور اس کے ساتھ قید خانے میں دو جوان داخل ہوئے، ان میں ایک بولا کہ میں نے خواب دیکھا کہ شراب نچوڑتا ہوں اور دوسرا بولا میں نے خواب دیکھا کہ میرے سر پر کچھ روٹیاں ہیں جن میں سے کچھ پرندے کھاتے ہیں، ہمیں اس کی تعبیر بتائیے، بےشک ہم آپ کو نیکوکار دیکھتے ہیں۔

ان دونوں قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے اپنے خواب سنائے اور تعبیر کے لیے آپ کی طرف رجوع کیا، کافر و مشرک قیدیوں نے جب خواب کی تعبیر کے لیے آپ سے رجوع کیا تو آپ نے ان کی رغبت دیکھ کر فرمایا کہ اللہ کے فضل و کرم سے مستقبل تو مستقبل ابھی ابھی ہونے والی باتیں تمہیں بتاتا ہوں ہوں کون تمہارے لیے کھانا لائے گا، کیا کھانا لائے گا اور کب کھانا لائے گا۔

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ۭ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۝ ۴۲

(ترجمہ) یوسف نے کہا جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے، وہ تمہارے پاس نہ آنے پائے گا کہ میں اس کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے بتاؤں گا، یہ ان علموں میں سے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔

قرآن حکیم ایسی سچی، باتیں بھی پیش کرتا ہے جو عقل کے دائرے سے بہت بلند ہیں، ان کا ایک مقصد عقل کی بے بسی دکھانا اور وحی کی قدر و قیمت جتانا بھی ہے، جس کی طرف مشرق کے مشہور فلسفی ڈاکٹر اقبال نے ان اشعار میں اشارہ کیا ہے :-

عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں
راہ بر ہو ظن و تخمین تو زبوں کار حیات
فکر بے نور ترا جذب عمل بے بنیاد
سخت مشکل ہے کہ روشن ہو شب تار حیات
خوب و ناخوب عمل کی ہو گرہ وا کیوں کر؟
گر حیات آپ نہ ہو شارح اسرار حیات [۴۳]

یہ اس لیے فرمایا کہ آگے چل کر جو کچھ مستقبل کے بارے میں بتایا جائے تو وہ اس میں شک و تردد نہ کریں ------- بعض حضرات انبیا علیہ السلام کے علوم غیبیہ کا انکار کرتے ہیں اس لیے کہ یہ علوم اللہ نے عطا فرمائے ہیں، علم غیب وہ علم ہے جسمیں سارے علوم و فنون شامل ہیں جب ہم ایک علم و فن کے عالم کو بہت بڑا عالم اور اپنا استاد تسلیم کرتے ہیں اور کوئی سرکش و احمق طالب علم یہ نہیں کہتا، یہ تو عالم نہیں ہیں ان کو تو ان کے استاد نے پڑھایا ہے یہ تو کچھ نہ جانتے تھے، تو پھر علم غیب کے بارے میں یہ کہہ کر انبیاء علیہم السلام کی تحقیر و تذلیل کرنا کہ ان کو اللہ نے پڑھایا ہے خود بخود تو آیا نہیں، صرف نفس کی شرارت ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ اللہ نے ان کو پڑھایا ہے، ہم اپنے لائق استادوں پر فخر کرتے ہیں تو پھر ان پر کیوں نہ فخر کیا جائے جن کو اللہ نے پڑھایا ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو عقل سلیم عطا فرمائے اور

نفس کی شرارتوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے سچ فرمایا:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ ۴۴

(ترجمہ) اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا، بیشک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے، بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

سوچنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قدرت کے ظہور کے لیے اپنے پیاروں کو انتخاب فرمایا، کسی مغضوب و مردود کے ذریعے اپنی قدرت کا اظہار نہ فرمایا، خوب غور فرمائیں اور دل سے پوچھیں وہ کیا کہتا ہے یہ نکتہ اہل علم و انصاف کے لیے قابل غور و فکر ہے کافرو مشرک قیدیوں نے جب خواب کی تعبیر کے لیے آپ سے رجوع کیا تو آپ نے ان کی رغبت دیکھ کر تصور توحید پر گفتگو فرمائی------اس سے یہ نکتہ ملتا ہے کہ کافرو مشرک اور بد عقیدہ جب کسی عالم و عارف کی طرف متوجہ ہو توان کو ان سے بیزار نہ ہونا چاہئے بلکہ ان کی رغبت سے فائدہ اٹھا کر ان کو دین کی تبلیغ کرنا چاہئے، اس کو ہدایت کا راستہ دیکھانا چاہئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک طرف یہ نہ چاہا کہ وہ قیدی کفر کی حالت میں سولی پر چڑھایا جائے اس لیے اسلام کی دعوت دی، دوسری طرف دربار شاہی کے ساتھی کو اسلام کی دعوت دے کر دربار میں تبلیغ و اسلام کا راستہ کھولا تاکہ وہ ساتھی درباریوں کو دن اسلام کی دعوت دے اور آپ کی پیاری پیاری باتیں درباریوں کو بتائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے توحید پر دلپذیر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ○ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَاۗءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَ

يَعْقُوْبَ ۭ مَاكَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ۴۵

(ترجمہ)۔ میں نے ان لوگوں کا دین نہ مانا جو اللہ پر ایمان نہ لائے اور آخرت کے منکر ہیں۔ میں نے اپنے باپ دادا، ابراہیم، اسحاق، اور یعقوب کا دین اختیار کیا۔ ہمیں زیب نہیں دیتا کہ غیر اللہ کو اللہ کا شریک ٹھرائیں ہم پر اور سب لوگوں پر اللہ کا فضل ہے مگر ہم میں سے بہت سے لوگ شکر ہی ادا نہیں کرتے اے قید خانے کے میرے دونوں ساتھیو! یہ تو بتاؤ، کیا الگ الگ پروردگار اچھے یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے؟۔ تم جن بتوں کو پوجتے ہو ان کی کوئی حقیقت ہی نہیں، وہ تو نرے نام ہی نام ہیں۔ یہ بت تو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے تراش لیئے ہیں، کیا اپنے ہاتھ سے بنائیں ہوئے بت بھی پوجنے کے لائق ہیں؟۔ اللہ نے ان بتوں کی کوئی سند نہیں اتاری۔ بات یہ ہے کہ حکم تو اللہ ہی کا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو، یہ سیدھا دین ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے،،۔

اس تقریر کے بعد آپ نے دونوں قیدیوں کو خواب کی تعبیر بتائی اور فرمایا:۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَ

اَمَّا الْاٰخَرُ فَیُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ قُضِیَ الْاَ

مْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ ۝۴۱

(ترجمہ)"اے قید خانوں کے دونوں ساتھیو! تم میں ایک توبادشاہ کو شراب پلائے

گا رہادوسرا تووہ سولی پر چڑھایا جائے گااور پرندے اس کا سر کھائیں گے،،

جب آپ خواب کی تعبیر بتا چکے توانہوں نے کہاہم تو مذاق کر رہے تھے، آپ نے فرمایا

کہ فیصلہ ہو چکا، جو ہم نے کہہ دیا ہو کر رہے گا۔ اللہ اکبر۔ گویا کہ مستقبل کا مشاہدہ فرمارہے تھے

اور زمانہ سمٹ کر آپ کے سامنے کر دیا گیا تھا ممکن ہے کہ وہ مذاق ہی کر رہے ہوں مگر کاملین

کے منہ سے جوبات نکل جاتی ہے وہ ہو کر رہتی ہے کہ تائید الٰہی شامل حال ہوتی ہے، کاملین کو

ملکانہ سمجھنا چاہئے اوران سے مذاق نہ کرنا چاہئے۔

۸

بہر حال جو ہونا تھاوہ ہو کر رہا جب قیدی رہا ہو کر بادشاہ کے دربار میں جانے لگا تو حضرت

یوسف علیہ السلام نے قیدی سے کہا جب بادشاہ کے پاس جاؤ تو موقع دیکھ کر ہمارا بھی ذکر

کر دینا کہ ایک نیک کردار اور شریف النفس آدمی کو ظلماً قید میں ڈال رکھا ہے، قیدیوں سے

ساتھ آپ کے حسن سلوک نے بھی قیدیوں میں آپ کو معزز و محترم بنا دیا تھا۔

وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ

فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ

سِنِیْنَ ۝۴۲

(ترجمہ) یوسف نے ان دونوں میں سے جسے سچا سمجھا اس سے کہا کہ اپنے رب

(بادشاہ) کے پاس میرا ذکر کرنا تو شیطان نے اسے بھلا دیا کہ اپنے رب (بادشاہ)

کے سامنے یوسف کاذکر کرے تو یوسف کئی برس اور جیل خانے میں رہا۔

اللہ تعالی کو اپنے محبوبوں کا کسی غیر کی طرف متوجہ ہونا اچھا نہیں معلوم ہوا۔ جو اس کا ہو گیا پھر غیر سے اس کو کیا کام؟۔ معالم التنزیل میں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رب کریم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ یہ پیغام بھجوایا کہ "جب غیر کی طرف توجہ کی ہے تو ابھی اور ہم تم کو کچھ مدت قید رکھیں گے"، حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا، "رب کریم مجھ سے راضی تو ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا۔ "راضی ہے"۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا، "پھر کوئی پرواہ نہیں"، خدا کی شان وہ قیدی ذکر کرنا بھول گیا، حضرت یوسف علیہ السلام ۵ برس تو پہلے ہی قید میں رہے تھے سات برس اور گزر گئے پھر اس قیدی کو یاد آیا اور اس نے بادشاہ سے آپ کاذکر کیا جب حضرت یوسف علیہ السلام کا قید سے نکالنا منظور ہوا تو شاہ مصر نے ایک عجیب خواب دیکھا اور اس نے ملک کے ساحروں اور کاہنوں کو خواب کی تعبیر بتانے کے لیے جمع کیا، انہوں نے کہا یہ پریشان خیالیاں ہیں اور ہمیں تو خواب کی تعبیر بتانی نہیں آتی------کیونکہ یہ قیدی بھی حضرت یوسف علیہ اسلام سے خواب کی تعبیر پوچھ چکا تھا اور وہ بالکل سچ ثابت ہوئی تو اب اس کو حضرت یوسف علیہ السلام کا یاد دلانا یاد آیا اور اس نے موقع پاکر آپ کاذکر کیا۔

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّىٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ يٰبِسٰتٍ ؕ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِىْ فِىْ رُءْيَاىَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ۝ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَ

اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍ ۚ وَمَا نَحۡنُ بِتَاۡوِیۡلِ الۡاَحۡلَامِ بِعٰلِمِیۡنَ ○ وَقَالَ الَّذِیۡ نَجَا مِنۡهُمَا وَادَّکَرَ بَعۡدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُکُمۡ بِتَاۡوِیۡلِهٖ فَاَرۡسِلُوۡنِ ○ ۴۸

(ترجمہ) اور بادشاہ نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھیں سات گائیں، موٹی کہ انہیں سات دبلی گائے کھا رہی ہیں اور سات بالیں ہری اور دوسری سات سوکھی-------- اے درباریو! میرے خواب کا جواب دو اگر تمہیں خواب کی تعبیر آتی ہو---------درباری بولے یہ تو پریشان خوابیں ہیں اور ہم خواب کی تعبیر بتانا جانتے بھی نہیں---------اور بولا وہ جوان جو دونوں سے بچا تھا اور ایک مدت بعد اسے یاد آیا (کہنے لگا) میں تمہیں اس خواب کی تعبیر بتاؤں گا مجھے (یوسف کے پاس) بھیجو،--------

بادشاہ نے خواب کی تعبیر پوچھنے کے لیے قیدی کو قید خانہ بھیجا، اس قیدی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو "اے سچے یوسف" کہہ کر مخاطب کیا کیوں کہ آپ اس کو قید خانے میں کھانے کے بارے میں تفصیلات بتا چکے تھے اور خواب کی جو تعبیر اس کو بتائی تھی وہ حرف بحرف صحیح ثابت ہو چکی تھی قیدی نے خواب بیان کیا اور آپ نے اس کی تعبیر بیان فرمائی

یُوۡسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیۡقُ اَفۡتِنَا فِیۡ سَبۡعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاۡکُلُهُنَّ سَبۡعٌ عِجَافٌ وَّسَبۡعِ سُنۡۢبُلٰتٍ خُضۡرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّیۡۤ اَرۡجِعُ اِلَی النَّاسِ لَعَلَّهُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ○ قَالَ تَزۡرَعُوۡنَ سَبۡعَ سِنِیۡنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدۡتُّمۡ فَذَرُوۡهُ فِیۡ سُنۡۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّمَّا تَاۡکُلُوۡنَ ○ ثُمَّ یَاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ سَبۡعٌ شِدَادٌ یَّاۡکُلۡنَ مَا قَدَّمۡتُمۡ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّمَّا تُحۡصِنُوۡنَ ○ ثُمَّ یَاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ عَامٌ فِیۡهِ یُغَاثُ

النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ○ ۴۹ (ا)

(ترجمہ) (جب وہ جوان یوسف کے پاس آیا تو بولا) اے سچے یوسف! ہمیں تعبیر بتایئے سات موٹی گائیوں کی جنہیں سات دبلی کھاتی ہیں اور ہری بالیں اور دوسری سات سوکھی۔ آپ (تعبیر بتائیں گے تو) شاید میں ان لوگوں کے پاس واپس جاؤں اور ان کو تعبیر معلوم ہو۔ (یوسف نے) کہا تم کھیتی کرو گے سات برس لگاتار تو جو کاٹو تو اسے اس کی بال میں رہنے دو مگر تھوڑا (نکال لو) جتنا کھا سکو۔ پھر اس کے بعد سات کرے برس آئیں گے کہ (سب لوگ) کھا جائیں گے جو ان کے لیے پہلے جمع کر رکھا تھا، مگر تھوڑا جو بچالو پھر ان کے بعد ایک برس آئے گا جس میں بارشیں ہوں گی اور اس میں (لوگ) نچوڑیں گے (یعنی خوب بہار آئے گی)۔

قیدی نے جاکر یہ تعبیر بتائی تو بادشاہ کے دل کو لگی اور تعبیر ہی سے اس نے آپ کی خداداد زکاوت وذہانت کا اندازہ لگالیا، فوراً رہائی کا حکم جاری کیا اور قیدی کو واپس قید خانے بھیجا اور دربار آنے کی دعوت دی۔

لیکن چونکہ سات برس پہلے زلیخا اور بیگمات کا حادثہ پیش آچکا تھا اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام نے دربار میں آنے سے پہلے اس واقعہ کی صفائی چاہی تاکہ سب پر کھل جائے کہ غلط الزام لگاکر آپ کو قید کیا گیا تھا اور آپ کا دامن صاف تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام چونکہ منصب نبوت ورسالت پر فائز ہو چکے تھے اس لیے آپ نے صفائی چاہی تاکہ کار تبلیغ متاثر نہ ہو اور سب کو معلوم ہو جائے کہ آپ کا دامن بے داغ ہے، کوئی انگلی نہ اٹھا سکے اور مستقل راستہ سیدھا اور صاف ہو جائے اس سے آپ کے کمال تدبر کا اندازہ ہوتا ہے۔

چنانچہ بادشاہ نے تمام عورتوں کو دربار میں جمع کیا اور ان سے اس وقعہ کے بارے میں باز

پرس کی جس کو بارہ برس گزر چکے تھے ذولیخا اور ساری بیگمات دربار میں موجود تھیں، عجب منظر تھا سب نے کہا کہ ہم ہی قصوروار تھے یوسف کا دامن پاک تھا۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ۝ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ۝ ۴۹ (ب)

(ترجمہ) اور بادشاہ بولا انہیں میرے پاس لاؤ۔ تو جب یوسف کے پاس ایلچی آیا (اور بادشاہ کی طرف سے دعوت دی) تو (یوسف علیہ السلام نے کہا،) کہ اپنے رب (بادشاہ) کے پاس واپس جاؤ اور ان سے کہو کہ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے؟۔ بے شک میرا رب ان کے فریب جانتا ہے۔ (بادشاہ نے ان عورتوں کو بلایا اور) کہا کہ تمہارا کیا کام تھا جب تم نے یوسف کا دل لبھانا چاہا؟۔ بولیں اللہ کو پاکی ہے، ہم نے ان میں کوئی برائی نہ پائی۔ عزیز مصر کی عورت بولی، اب اصل بات کھل گئی میں نے ان کا جی لبھانا چاہا تھا اور وہ بے شک سچے ہیں۔ یوسف نے کہا یہ میں نے اس لیے کیا کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے پیٹھ پیچھے اس کی خیانت نہ کی اور اللہ دغابازوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کی اس صبر و تحمل کی (کہ معاملہ کی صفائی تک قید میں رہنا پسند فرمایا) تعریف کرتے ہوئے ازراہ خوش طبعی فرمایا:-"

اس موقع پر اگر میں ہوتا تو بادشاہ کے قاصد کے ساتھ شاید فوراً چلا جاتا اور عورتوں کے مکر و فریب کی صفائی تک قید خانے میں نہ رہتا،، اس میں ایک راز یہ بھی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف عفو درگزر کی تھی کیوں کہ رب کریم نے آپ کو ہدایت کی تھی خذا العفو (درگزر کی عادت ڈالو!) آپ نے یہ بات اس لیے فرمائی کہ حضرت یوسف علیہ اسلام کے عمل سے ان کا دامن تو بے داغ ہو گیا لیکن سر دربار نہ صرف زلیخا بلکہ دوسری مصری عورتوں کو بھی اقبال جرم کرنا پڑا اور ندامت اٹھانی پڑی، یہ بات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج عالی کے خلاف تھی، آپ تو دوسروں کیلئے خود تکلیف اٹھانا پسند فرماتے تھے۔

حضرت یوسف علیہ اسلام نے الزام سے بری ہوئے بغیر بادشاہ کے دربار میں جانے سے پہلے ایک طرف تو یہ بتایا کہ تقوی کے مقابلہ میں جاہ حشمت کی آپ کی نظر میں کوئی اہمیت نہ تھی دوسری طرف یہ اشارہ ملتا ہے کہ مجرم تو مجرم اگر کسی پر جھوٹا الزام بھی ہو تو اس کو الزام سے بری ہوئے بغیر کوئی اہم منصب قبول نہیں کرنا چاہیے، بادشاہ ہو، وزیر ہو، امیر ہو، اس کا کردار بے داغ ہونا چاہئے ورنہ وہ کسی منصب کے لائق نہیں ہمارے معاشرے میں زانی، شرابی، قاتل، ظالم، خائن، بدکردار، اعلیٰ سے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے ہیں، یہ لوگ وہ کام کر نہیں سکتے جو ایک نیک کردار انسان کر سکتا ہے۔ اعلیٰ عہدوں کے لیے نیکی اور پاکی بہت ضروری ہے۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي ۖ فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ ۝ قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ۝ ۵۰

(ترجمہ) اور بادشاہ بولا انہیں میرے پاس لے آؤ کہ میں انہیں خاص اپنے لیے چن لوں۔ پھر یوسف سے بات کی تو کہا بے شک آج آپ ہمارے یہاں معزز معتمد ہیں

یوسف نے کہا، مجھے زمین کے خزانوں پر لگادیں، بے شک میں حفاظت والا، علم والا ہوں۔

انسان اپنے حال سے سب سے زیادہ باخبر ہے اس لیے دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ اس منصب کو خلوص دل سے قبول کیا جائے جس کو بخوبی نباہ سکتا ہو اور وہ بھی جب کوئی منصب پیش کیا جائے، لائق اور قابل نہ ہوتے ہوئے کسی منصب کی خواہش ظاہر کرنا خیانت اور بددیانتی ہے خصوصاً جبکہ کوئی پیشکش بھی نہ ہو، اور جائز و ناجائز طریقوں سے اس کے لیے کوشش کرنا سراسر حرام ہے------ حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے پوچھنے پر منصب کی اس وقت خواہش کی جب ان کو یقین تھا کہ وہ اس منصب کو بخوبی نباہ سکتے ہیں، آپ نے عہدہ طلب نہیں فرمایا، بادشاہ کے پوچھنے پر اپنی پسند کا شعبہ ضرور بتایا اس سے آپ کے کمال دیانت کا اندازہ ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ آپ نے ثابت کر دیا کہ شام و مصر میں کوئی آپ جیسا قابل و لائق نہ تھا۔

المختصر حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ السلام نے اپنے عمل سے دور جدید کی Appoint-ing Authorities کو بتایا کہ اگر کسی کو اہم منصب پر فائز کرنا ہو تو پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ وہ لائق ہے یا نہیں، خائن تو نہیں؟ کیونکہ خائن امانت داری کا حق ادا نہیں کر سکتا------- ساری ابتری خائن کی خیانت سے ہوتی ہے اور خیانت کا تصور بہت ہی وسیع ہے-------- آنکھ کی خیانت، زبان کی خیانت، خیال کی خیانت، اختیار کی خیانت، مال کی خیانت، جان کی خیانت، وغیرہ وغیرہ

۹

جب شاہ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی شرافت و نجابت، دیانت و امانت،

ریاضت و عبادت، عصمت و عفت، ہمدردی و غمخواری کا حال سنا تو اس کے دل میں آپ کی عظمت بیٹھ گئی اور اس نے معززین کی ایک جماعت بہترین سواریاں اور شاہانہ ساز و سامان اور نفیس لباس دے کر قید خانہ بھیجی تاکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو تعظیم و تکریم کے ساتھ دربار شاہی میں لایا جائے -------- ان حضرات نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر بادشاہ کا پیغام پہنچایا-------- چونکہ آپ الزام سے پاک ہو چکے تھے اور زنان مصر نے شاہی دربار میں اپنے قصور اور حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت و پاک دامنی کا اعتراف کر لیا تھا اس لیے آپ نے بادشاہ کی دعوت قبول فرمائی-------- قید خانے سے چلتے وقت قیدیوں کے لیے دعا فرمائی پھر باہر آکر غسل فرمایا، شاہی پوشاک زیب تن فرمائی اور معززین و مقربین کے ساتھ ایوان شاہی کی طرف روانہ ہوئے، جب قلعہ کے دروازہ پر پہنچے تو فرمایا :-

,, میرا رب مجھے کافی ہے اس کی پناہ میں، اس کی ثنا برتر اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں،،

پھر آپ قلعہ میں داخل ہوئے اور دربار سے ہی جب آپ بادشاہ کے سامنے پہنچے تو یہ دعا فرمائی۔

,, یارب تیرے فضل سے اس کی بھلائی طلب کرتا ہوں اور اس کی اور دوسروں کی بھلائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں،،

جب بادشاہ سے نظر ملی تو آپ نے عربی میں سلام کیا-------- بادشاہ نے دریافت کیا-------- ,, یہ کون سی زبان ہے ،،-------- فرمایا، میرے جد محترم حضرت اسماعیل کی زبان ہے-------- پھر آپ نے اس کو عبرانی زبان میں دعا دی-------- اس نے دریافت کیا-------- یہ کون سی زبان ہے،،-------- آپ نے فرمایا

--------" یہ میرے بھائی کی زبان ہے"--------بادشاہ نہ عربی سمجھ سکا، نہ عبرانی، باوجودیکہ وہ سترہ زبانیں جانتا تھا--------پھر جس زبان میں اس نے گفتگو کی آپ نے اسی زبان میں اس کو جواب دیا--------اس وقت آپ کی عمر شریف تقریباً ۳۶، ۳۷ سال کی ہوگی--------یہ وسعت علم دیکھ کر بادشاہ حیران ہوا اور اس نے آپ کو تخت شاہی پر اپنے برابر جگہ دی--------آپ نے بادشاہ کے خواب کی تفصیل بھی بیان کردی، حالانکہ آپ کے سامنے خواب مجملاً بیان کیا گیا تھا--------بادشاہ نے کہا کہ خواب تو عجیب ہے مگر آپ کا اس کی تفصیل بتانا عجیب تر ہے--------بادشاہ نے جو خواب دیکھا تھا اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے--------پھر بادشاہ نے خواب کی تعبیر بتانے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا:-

"لازم یہ ہے کہ غلہ جمع کیا جائے اور ان فراخی کے سات سالوں میں کثرت سے کاشت کرائی جائے--------اس غلہ کو مع بالوں کے محفوظ رکھا جائے، رعایا کی پیداوار میں سے خمس لیا جائے، اس سے جو جمع ہوگا وہ مصر اور مصر کے باہر کے باشندوں کے لیے کافی ہوگا، پھر خلق خدا آپ کے پاس غلہ خریدنے آئے گی اور آپ کے ہاں اتنے خزانے جمع ہونگے جو آپ سے پہلوں کے لیے جمع نہیں ہوئے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ نہ فرمایا کہ جن سالوں میں قحط کا یقین ہے ان کے لیے آس پڑوس یا دور دراز ممالک سے غلے یا قرضوں کا انتظام کیا جائے--------آپ نے خارجی انتظام کے مقابلے میں داخلی انتظام کو ترجیح دی، خوشحالی کے سالوں میں خوب کاشت کا حکم دیا، ہم خوشحالی میں بے خبر رہتے ہیں۔ بدحالی میں ہوشیار ہوتے ہیں--------آدمی بھی موجود، زمین بھی موجود، پانی بھی موجود، سب نعمتوں کو

ہم سرخ فیتے کی نظر کر دیتے ہیں اور اسی کی چکی میں سب کو پیستے رہتے ہیں ہم نے حقیقتوں کو فسانوں میں گم کر دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون○

ہمیں حضرت یوسف علیہ السلام کی اقتصادی حکمت عملی سے سبق لینا چاہئے۔

اسلام میں شدید مجبوری کے سوا قرض لینے کی سخت ممانعت ہے، خصوصاً سودی قرضہ کو حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ طلب و سوال سے انسان کی داخلی اور خارجی قوتیں مضمحل ہو کر مردہ ہو جاتی ہیں اور وہ نکما ہو تا چلا جاتا ہے اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ کسی سے کچھ نہ مانگوں"[۵۱]

غور فرمائیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی غیریت و حمیت کا سبق سکھایا ہے جب افراد باغیرت ہونگے تو قوم بھی باغیرت ہو گی، دنیا میں عزت و عظمت باغیرت قوموں ہی کے لیے ہے۔

ہندوستان کے مشہور بزرگ خواجہ نظام الدین اولیاء دہلی سے اپنے مرشد کریم مشہور و معروف بزرگ بابا فرید الدین گنج شکر کے پاس پاک پتن شریف (پاکستان) حاضر ہوئے، ایک روز مرشد نے مرید سے دال پکوائی، گھر میں نمک نہ تھا مگر جب مرشد کے سامنے دال پیش کی گئی تو اس میں نمک تھا، آپ نے مرید سے پوچھا کہ نمک کہاں سے آیا؟-------- مرید نے عرض کیا، بنیے سے مانگ کر ڈال دیا-------بابا فرید الدین گنج شکر نے جو کچھ فرمایا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ آپ نے فرمایا:-

"فقیر مر جاتا ہے مگر کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا"-------اللہ اکبر-------

اگر غیرت پیدا ہو جائے تو انسان زندہ ہو جاتا ہے-------- غیرت نہ ہو تو زندہ بھی مردہ ہے-------- غیرت کی تربیت ہر مربی پر فرض ہے-------- ایک مرتبہ مانگنے کی عادت ہو جائے تو کبھی نہیں چھٹتی اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری

عادتوں کو سنوارا اور مانگنے اور سوال کرنے سے منع فرمایا۔

بہر حال عرض یہ کر رہا تھا کہ جب بادشاہ کو آپ نے خواب کی تعبیر بتائی تو بادشاہ نے کہا آپ سے زیادہ اس کا اور کون مستحق ہو سکتا ہے؟-------- چنانچہ اس نے وزیر اعظم مصر کو معطل کر کے ملک کے خزانوں کا آپ کو مالک بنا دیا۔

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ۭ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ○ ۵۲

(ترجمہ) اور یوں ہی ہم نے یوسف کو اس ملک پر قدرت بخشی اس میں جہاں چاہے رہے، اور ہم اپنی رحمت جسے چاہیں پہنچائیں اور ہم نیکیوں کا رنگ ضائع نہیں کرتے اور بے شک آخرت کا ثواب ان کے لئے بہتر جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔

وزیر اعظم کو شاید اس لئے معزول کیا گیا کہ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بے گناہ ہوتے ہوئے بھی زلیخا کی آن کی خاطر برسوں قید خانہ میں رکھا حالانکہ شیر خوار بچے کی گواہی سے اس کو بالکل یقین ہو گیا تھا کہ آپ بے گناہ ہیں لیکن چونکہ آپ غلام تھے اس لئے بے گناہ ہوتے ہوئے بھی آپ ظلم کا شکار ہوئے-------- اس جدید دنیا میں بھی ہزاروں لاکھوں اس قسم کے مظالم کا شکار ہوتے رہتے ہیں-------- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قحط کے ابتدائی سات سالوں کے اندر ہی حضرت یوسف علیہ السلام کی شاندار کارکردگی سے متاثر ہو کر بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دربار شاہی میں بلایا، آپ کی تاج پوشی کی، تلوار اور مہر آپ کے سامنے پیش کی آپ کے سر پر تاج رکھا، اور آپ کو جواہرات سے مرصع، طلائی تخت شاہی، پر تخت نشین کیا، اپنا ملک آپ کے سپرد کیا اور خود آپ کی رعیت

میں شامل ہو گیا، اللہ اکبر! ------ بادشاہ، آپ کے رائے میں کبھی دخل نہ دیتا اور آپ کے ہر حکم کو مانتا۔ اسی زمانہ میں وزیر اعظم مصر قطفیر مصری کا انتقال ہو گیا، بادشاہ نے وزیر اعظم کے انتقال کے بعد زلیخا کا نکاح حضرت یوسف علیہ اسلام کے ساتھ کر دیا، اب حضرت زلیخا پستیوں سے نکل کر بلندیوں تک پہنچ چکی تھیں اور حضرت یوسف کے حرم میں داخل ہو کر اللہ کے نبی کی رفیقہ حیات بن چکی تھیں :-

گاہ بحیلہ می برد، گاہ بزور میکشد

عشق کی ابتداء عجب، عشق کی انتہا عجب

حضرت زلیخا سے حضرت یوسف علیہ السلام کے دو بیٹے ہوئے، افراشیم اور میشا -------

۱۰

مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی حکومت مضبوط ہوئی آپ نے عدل کی بنیادیں قائم کیں، ہر مرد وزن کے دل میں آپ کی محبت پیدا ہوئی اور آپ نے قحط کے ایام میں غلہ جمع کرنے کی تدبیر فرمائی، اس کے لیے بڑی عالی شان انبار خانے تعمیر فرمائے اور کثیر ذخائر جمع کئے جب فراخی کے سال گزر گئے اور قحط کا زمانہ آیا تو آپ نے بادشاہ اور اس کے خدام کے لیے روزانہ ایک وقت کا کھانا مقرر فرمایا ------- ایک روز دوپہر میں بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے بھوک کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا ابھی تو یہ قحط کی ابتدا کا وقت ہے ------- پہلے سال جو لوگوں کے پاس ذخیرے تھے ختم ہو گئے، بازار خالی ہو گئے۔ اہل مصر حضرت یوسف علیہ السلام سے جنس خریدنے لگے اور ان کے تمام درہم و دینار آپ کے پاس آگئے ------- دوسرے سال لوگوں نے زیورات و جواہرات دے کر غلہ خریدا اور وہ تمام زر و جواہر آپ کے پاس آگئے، کسی کے پاس کسی قسم کا زیور اور جواہرات نہ

رہے-------- تیسرے سال لوگوں نے چوپائے اور جانور دے کر غلہ خریدا اور ملک میں کوئی کسی جانور کا مالک نہ رہا-------- چوتھے سال میں غلہ کے لیے لوگوں نے غلام اور باندیاں بیچ ڈالیں،-------- پانچویں سال تمام اراضی اور جاگیریں فروخت کر کے آپ سے غلہ خریدا،-------- اس طرح سے تمام چیزیں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچ گئیں-------- چھٹے سال جب کچھ نہ رہا تو لوگوں نے اپنی املاک بیچیں اور غلہ خرید کر وقت گزارا -------- ساتویں سال وہ لوگ خود بک گئے اور غلام بن گئے اور مصر میں کوئی آزاد مرد و عورت باقی نہ رہا، جو مرد تھا وہ حضرت یوسف علیہ السلام کا غلام تھا اور جو عورت تھی وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی کنیز تھی اور لوگوں کی زبان پر تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی جلالت و عظمت کسی بادشاہ کو میسر نہ آئی-------- حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے کہا کہ اللہ کا مجھ پر کیسا کرم ہے اس نے مجھ پر ایسا عظیم احسان فرمایا یعنی اہل مصر کی تمام اموال، املاک اور جاگیریں آپ کے قبضے میں آگئیں اور تمام مصر والوں کو آپ کا غلام بنا دیا تاکہ کوئی مصری یہ نہ کہہ سکے آپ تو ہمارے غلام تھے-------- حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے پوچھا کہ ان لوگوں کے حق میں تمہاری کیا رائے ہے؟-------- بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا-------- ,,جو آپ کی رائے ہے وہ میری رائے ہے، ہم آپ کے حکم کے تابع ہیں،--------

آپ نے جو کچھ فرمایا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے-------- آپ نے فرمایا:-

,,میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور آپ کو گواہ کرتا ہوں میں نے تمام اہل مصر کو آزاد کیا اور ان کی تمام املاک اور کل جاگیریں واپس کیں،،۔(اللہ اکبر!)

حضرت یوسف علیہ السلام کی اس دریادلی سے آپ کی حقیقی عظمت و شوکت کا اندازہ

ہوتا ہے---------- قحط کے زمانے میں حضرت یوسف علیہ السلام نے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا تناول نہ فرمایا، آپ سے عرض کیا گیا کہ اتنے عظیم خزانوں کے مالک ہو کر آپ بھوکے کیوں رہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:-

,,اس اندیشے سے نہیں کھاتا کہ سیر ہو جاؤں تو کہیں قوم کو نہ بھول جاؤں،، (اللہ اکبر!)

پورے ملک کا مالک ہوتے ہوئے بھی بھوکی رعیت کا اتنا خیال -------- جدید سلطنتوں کی بے غیرتی کا حال یہ ہے کہ رعیت کا مال کھاتے ہیں، رعیت ہی پر غراتے ہیں اور رعیت کی ذرہ برابر پروا نہیں کرتے۔

۱۱

جس زمانے میں قحط پڑا حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ ہوتے ہوئے بھی اپنے سامنے غلہ تقسیم فرماتے -------- تقسیم کا کام معمولی سمجھ کر خدام، ملازمین اور نوکروں پر نہ چھوڑا، کسی کو ایک اونٹ سے زیادہ نہ دیتے تھے تاکہ مساوات قائم رہے-------- قحط کا اثر جب کنعان میں پہنچا، جو حضرت یوسف علیہ السلام کا وطن تھا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے چھوٹے بیٹے بنیامین کو روک لیا اور دس بیٹوں کو غلے لینے کے لیے بھیجا۔

چنانچہ یہ قافلہ غلہ لینے کے لیے کنعان سے مصر روانہ ہوا--------- حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالنے سے اب تک تقریباً چالیس سال کا زمانہ گزر چکا تھا اور بھائیوں کا یہ خیال تھا کہ شاید آپ انتقال کر چکے -------- آپ تقریباً تیرہ برس کی عمر میں گھر سے نکلے تھے، تقریباً بارہ برس وزیر اعظم مصر کے پاس رہے اور تقریباً بارہ برس قید خانہ میں رہے۔ تقریباً ۳۶ برس کی عمر میں وزیر اعظم کے عہدے پر فائز ہوئے، سات برس خوشحالی

کا دور رہا، حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر شریف ۴۲، ۴۳ سال کی ہو چکی ہو گی جب یہ بھائی غلہ لینے مصر آئے ،--------- مصری خریدار کے ہاتھوں غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے والے بھائیوں کو یہ وہم و گمان تک نہ تھا جس بھائی کو غلام بنا کر بیچا گیا تھا وہ اب آقاؤں کا آقا بن چکا ہے--------- سارا مصر اس کا غلام بن چکا ہے اور وہ تخت سلطنت پر شاہانہ انداز کے ساتھ جلوہ افروز ہے اس لئے انہوں نے آپ کو نہ پہچانا اور آپ سے عبرانی زبان میں گفتگو کی، آپ نے بھی اسی زبان میں جواب دیا--------- آپ نے فرمایا تم کون لوگ ہو؟--------- انہوں نے عرض کیا--------- ہم شام کے رہنے والے ہیں جس مصیبت میں دنیا مبتلا ہے اس مصیبت میں ہم بھی مبتلا ہیں آپ سے غلہ خریدنے آئے ہیں--------- حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا--------- تم جاسوس تو نہیں ہو--------- انہوں نے کہا--------- ہم اللہ کی قسم کھاتے ہیں، جاسوس نہیں، ہم سب بھائی ہیں، ایک باپ کی اولاد ہیں ہمارے والد بہت بزرگ اور معمر ہیں، ان کا نام یعقوب (علیہ السلام) ہے، وہ اللہ کے نبی ہیں--------- آپ نے فرمایا تم کتنے بھائی ہو؟--------- کہنے لگے ،--------- ہیں تو ہم بارہ بھائی مگر ہمارا ایک بھائی ہمارے سامنے جنگل گیا تھا، ہلاک ہو گیا اور وہ والد صاحب کو ہم سے زیادہ پیارا تھا، فرمایا اب تم کتنے بھائی ہو؟--------- عرض کیا دس بھائی--------- فرمایا--------- گیارہواں بھائی کہاں ہے؟--------- کہا، وہ والد صاحب کے پاس ہے، کیونکہ جو بھائی ہلاک ہو گیا وہ اس کا حقیقی بھائی تھا، اب والد صاحب کو اسی سے کچھ تسکین ہوتی ہے--------- حضرت یوسف علیہ السلام نے ان بھائیوں کی بہت عزت کی اور بہت خاطر مدارت سے ان کی میزبانی فرمائی، سب کو ایک ایک اونٹ بوجھ غلہ دیا اور عزت سے روانہ کیا اور فرمایا اپنے گیارہواں بھائی بنیامین کو بھی لے کر آنا۔

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ۝ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ۝ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ ۵۴

(ترجمہ) اور یوسف کے بھائی آئے تو یوسف کے پاس حاضر ہوئے، یوسف نے ان کو پہچان لیا اور وہ اس سے انجان رہے۔ اور جب ان کا سامان مہیا کر دیا (یوسف نے کہا) اپنا سوتیلا بھائی میرے پاس لاؤ، کیا نہیں دیکھتے کہ میں پورا ماپتا ہوں اور میں بے شک بہتر مہمان نواز ہوں۔ پھر اگر اسے لے کر میرے پاس نہ آئے تو تمہارے لئے میرے یہاں ناپ (غلہ) نہیں اور میرے پاس نہ پھٹکنا۔ بولے ہم اس کے باپ سے اس کی درخواست کریں گے، اور یہ کام ہمیں ضرور کرنا ہے۔ یوسف نے اپنے غلاموں سے کہا کہ یہ ان کی پونجی کو ان کی خورجیوں میں رکھ دو شاید وہ اسے پہچانیں جب اپنے گھر کی طرف لوٹ کر جائیں۔

بھائیوں نے غلہ کے لیے جو رقم دی تھی حضرت یوسف علیہ السلام نے وہ بھی غلہ کے ساتھ ہی غلہ میں رکھوا دی تاکہ جب گھر جا کر غلہ انڈیلیں تو رقم دیکھ کر خوش ہو جائیں اور ذوق و شوق سے جلد واپس آئیں-------- چنانچہ ان بھائیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا، اب کے بنیامین کو بھی ساتھ کر دیں تاکہ ایک بوجھ اونٹ اور زیادہ آ جائے، انہوں نے وہ رقم بھی دکھائی جو حضرت یوسف علیہ السلام نے غلہ کے ساتھ رکھ دی

تھی اور کہا بادشاہ کتنا مہربان ہے کہ ہماری رقم بھی ہم کو واپس کر دی ------- آپ نے فرمایا کہ تم نے پہلے بھی اس کے بھائی کو ہلاک کر دیا تھا کہیں اس کو ہلاک نہ کر دینا انہوں نے قسم کھائی تب آپ نے جانے کی اجازت دی۔

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَ نَمِيْرُ اَهْلَنَا وَ نَحْفَظُ اَخَانَا وَ نَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ○ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ○ ۵۴

(ترجمہ) پھر وہ جب اپنے باپ کی طرف لوٹ گئے، کہنے لگے، اے ہمارے باپ! ہم سے غلہ روک دیا گیا ہے تو ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ غلہ لائیں اور ہم ضرور اس کی حفاظت کریں گے۔ (یعقوب نے کہا) کہ کیا اس کے بارے میں تم پر ایسا ہی اعتبار کرلوں جیسا پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا؟۔ تو اللہ سب سے بہتر نگہبان اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان۔ تو جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا اپنی پونجی پائی کہ ان کو پھیر دی گئی ہے، بولے اے ہمارے باپ! اب ہم اور کیا چاہیں کہ ہماری پونجی ہمیں واپس کر دی گئی اور ہم اپنے گھر کے لئے غلہ لائیں اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں اور ایک اونٹ کا بوجھ اور

زیادہ پائیں، یہ دینا بادشاہ کے سامنے کچھ نہیں۔ (یعقوب نے) کہا میں ہرگز اسے تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک تم مجھے اللہ کا یہ عہد نہ دو کہ تم اسے واپس لے کر آؤ گے مگر یہ کہ تم گھر جاؤ--------پھر جب انہوں نے حضرت یعقوب کو عہد دے دیا کہا اللہ کا ذمہ ہے ان باتوں پر جو ہم کر رہے ہیں۔

برادران یوسف کی تعداد کا پہلے پھیرے میں اہل مصر کو علم ہو گیا تھا کہ یہ گیارہ بھائی ہیں اسلئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا--------شہر میں الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا کہیں نظر نہ لگ جائے۔

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۚ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ○ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ۚ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ۚ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ ۵۵

(ترجمہ) (یعقوب نے) کہا اے میرے بیٹو! ایک دروازے سے داخل نہ ہونا، الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا، میں تمہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا، حکم تو سب اللہ ہی کا ہے میں نے اس پر بھروسہ کیا۔ اور جب وہ داخل ہوئے جیسے ان کے باپ نے حکم دیا تھا، جو کچھ انہیں اللہ سے بچا نہ سکتا، ہاں یعقوب کے دل کی ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کر لی اور بے شک وہ صاحب علم ہے ہمارے سکھائے سے مگر اللہ

لوگ نہیں جانتے (اور نبیوں کو اپنا جیسا سمجھتے ہیں)

اولاد کیسی ہی سرکش و نا خلف ہو والدین کو پیار آہی جاتا ہے نظر لگنے والی بات بے حقیقت نہیں، حدیث کی کتابوں میں ٹوک اور نظر لگنے کا تفصیل سے ذکر آیا ہے، حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا :-

کہ اگر دنیا میں کوئی چیز قضاو قدر پر غالب آسکتی تو ٹوک ایسی تیز چیز ہے جو قضاوقدر پر غالب آسکتی تھی۔

مسلم شریف، ترمذی شریف وموطا امام مالک میں حضور انور علیہ والسلام نے نظر وٹوک اتارنے کا طریقہ بھی ارشاد فرمایا ہے-------اصل میں ٹوک و نظر ایک نفسیاتی حقیقت ہے جو عام طور پر مشاہدے میں آتی ہے، یہ کوئی وہم وخیال نہیں، پھر اس کی تصدیق یعقوب علیہ السلام جیسے نبی کی اس تدبیر سے بھی ہوتی ہے توکل کے ساتھ تدبیر عین ہی شریعت ہے مگر تدبیر ہی میں لگے رہنا اور اللہ کے فضل سے غافل رہنا بد نصیبی ہے------- نظر کی بات اس مثال سے بھی سمجھ میں آسکتی ہے کہ محدب شیشے جب سورج کے سامنے کرتے ہیں اور ایک خاص زاویہ سے اس کی شعاعیں سیاہ کپڑے پر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہی دیکھتے سیاہ کپڑے سے دھواں اٹھنے لگتا ہے اور وہ جلنے لگتا ہے۔

برادران یوسف جب بنیامین کو لے کر مصر پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے عزت و احترام اور شفقت کے ساتھ ان کے قیام کا انتظام کیا اور حکم دیا دو دو بھائیوں کو ایک مکان میں اتارو-------جب پانچ مکانوں میں دس بھائی مقیم ہو گئے تو گیارواں بھائی بنیامین اکیلا رہ گیا اور بہت رنجیدہ ہوا-------حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تم میرے پاس رہو اس حکمت سے حضرت یوسف علیہ السلام کو بنیامین کے ساتھ تنہائی میں باتیں کرنے کا موقع میسر آگیا-------بنیامین بہت خوش ہوئے، آپ نے بڑی شفقت و محبت سے ان کو

اپنے پاس رکھا پھر اللہ نے آپ کو ایک تدبیر بتائی جس پر عمل کر کے آپ نے بنیامین کو اپنے پاس مستقل روک لیا۔

۱۲

حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو ماضی اور حال کی ساری باتیں بتادیں بنیامین بہت خوش ہوئے کہ آج عرصہ دراز کے بعد ان کو اپنی بھائی کی رفاقت نصیب ہوئی اللہ تعالی جب چاہتا ہے ملاتا ہے جب چاہتا ہے جدا کر دیتا ہے۔

وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰىۙ○ ۵۶

(ترجمہ) اور یہ کہ وہی ہے جس نے ہنسایا اور رلایا

حضرت یوسف علیہ السلام نے جس حیلہ سے اللہ کے حکم سے بنیامین کو اپنے پاس رکھا اس کا پس منظر یہ ہے ملک مصر کے قانون کے تحت چور اگر چوری کرتا تھا تو اس کی سزا یہ تھی کہ چوری کے مال سے دوگناہ مال چور سے وصول کیا جاتا -------اور ملک شام کا قانون یہ تھا کہ چور اگر چوری کرتا تو چوری کے عوض چور کو ایک سال تک روکے رکھا جاسکتا تھا-------حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس روکے رکھنے کے لئے اللہ کے حکم سے تدبیر فرمائی اور بنیامین کو بتادیا--------جب سب بھائیوں کے اونٹوں پر غلہ لادا جاچکا تو بادشاہ نے غلہ ناپنے والا پیمانہ جو دراصل بادشاہ کے پانی پینے کا سونے یا چاندی کا کٹورا تھا جو جواہرات سے مزین نہایت نفیس قیمتی پیمانہ تھا-------- یہ پیمانہ بنیامین کی خورجی میں رکھ دیا گیا۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ○ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ○ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ

الْمَلِكِ وَ لِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ○
قَالُوْاتَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِى الْاَرْضِ
وَمَاكُنَّا سٰرِقِيْنَ○ قَالُوْافَمَاجَزَآؤُهٗ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ○
قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِىْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ كَذٰلِكَ
نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ○ ۷۵

(ترجمہ) پھر جب ان کا سامان مہیا کر دیا، پیالہ اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا، پھر ایک آواز دینے والے نے آواز دی، اے قافلہ! بے شک تم چور ہو، برادران یوسف اس کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے کیا چیز گم ہو گئی؟ بولے، بادشاہ کا پیمانہ نہیں ملتا جو اس کو تلاش کرے گا (اس کا انعام) ایک اونٹ بوجھ اور میں اس کا ضامن ہوں۔ (برادران یوسف) بولے تمہیں تو خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے اور نہ ہم چور ہیں (سرکاری لوگ) بولے پھر کیا سزا ہے چور کی اگر تم جھوٹے نکلے؟۔ (برادران) یوسف بولے اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے اسباب میں سے ملے وہی اس کے بدلے میں غلام بنے، ہمارے یہاں غلاموں کی یہی سزا ہے۔

یہاں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا ضرور سمجھتا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے شاہی میں فقیر کی---------اور بادشاہ کا طلائی کٹورا جو دربار سے کبھی باہر نہ گیا ہو گا اس کو غلہ ناپنے کا پیمانہ بنا کر یہ بتا دیا کہ بادشاہ اور حاکم اعلیٰ رعیت کی خدمت کے لئے ہیں، عیش کرنے کے لئے نہیں اور اس کٹورے کی بادشاہ سے زیادہ رعیت مستحق ہے---------اور یہ بھی بتا دیا کہ اللہ کے محبوبوں کی نظر میں زر و جواہرات اور ٹھیکریاں سب برابر ہیں کیونکہ یہ سب اللہ کی نظر میں ہیچ ہیں--------- حضرت یوسف علیہ السلام کے ہر عمل سے ہمیں ایک عظیم سبق ملتا ہے۔

ہاں تو ذکر تھا بنیامین کی خورجی میں پیمانہ رکھنے کا---------جب بھائیوں کا یہ قافلہ

کچھ دور نکلا تو غلہ ناپنے والے نے اچانک دیکھا کہ پیمانہ گم ہے، وہ پریشان ہو گیا اور اس نے آواز لگائی------اے قافلہ والو------بادشاہ کا پیمانہ گم ہو گیا ہے۔ چنانچہ قافلہ رک گیا اور تلاشی شروع ہوئی------بھائیوں نے چوری سے انکار کیا------حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا، جس کے پاس سے یہ پیمانہ نکلے اس کی کیا سزا ہونی چاہیے؟------برادران یوسف نے کہا------اس کو اپنے پاس روک رکھیں------، چنانچہ جب تلاش کرنے والے نے تلاش کرتے کرتے بنیامین کے اونٹ تک پہنچے اور ان کی خورجی کی تلاشی لی تو شاہی پیمانہ ان کی خورجی سے نکلا------بنیامین کو تو پہلے ہی معلوم تھا کہ یہ پیمانہ ان کی خورجی میں رکھا گیا ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے ہی ان سے اجازت لے لی تھی کیونکہ یہ حیلہ بہت ہی نیک مقصد کے لئے اختیار کیا گیا تھا، اس سے کسی کو نقصان پہنچانا مقصود نہ تھا بلکہ انجام کار دشمنوں کو اپنانا اور والدین کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈا کرنا مقصود تھا------یہ حیلہ اللہ نے بتایا چنانچہ فرمایا۔

كذلك كدنا يوسف ۞ ۵۸

(ترجمہ) ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی

بہر حال جب بنیامین پر چوری کا الزام آیا تو برادران یوسف نے کہا کہ ہم تو چور نہیں ہیں شاید اس نے چرالیا ہو اس کا بھائی بھی چور تھا------حضرت یوسف یہ سن کر خاموش رہے۔

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۞ قَالُوْۤا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ

سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝ ۵۹

(ترجمہ) تو اول (برادران یوسف) کی خرجیوں کی تلاشی شروع کی، اپنے بھائی کی خرجی سے پہلے پھر اسے اپنے بھائی کی خرجی سے نکال لیا، ہم نے یوسف کو یوں تدبیر بتائی تھی (مصر کے) بادشاہی قانون میں اسے اجازت نہ تھی کہ (چوری کے بدلے) اپنے بھائی کو روک رکھے مگر یہ کہ خدا چاہے۔ ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔ بھائی بولے اگر اس نے چوری کی ہے تو بے شک اس سے پہلے اس کا بھائی چوری کر چکا ہے۔ تو یوسف نے یہ بات اپنے دل میں رکھی اور ان پر ظاہر نہ کی، جی میں کہا تم بد تر جگہ ہو اور اللہ خوب جانتا ہے جو باتیں بناتے ہو۔

چوری کا اشارہ حضرت یوسف کی طرف تھا اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کا ایک کمر بند بطور تبرک چلا آرہا تھا جو بڑی اولاد کے پاس رہتا تھا چنانچہ یہ کمر بند حضرت یعقوب علیہ السلام کی بڑی بہن کے پاس تھا یعنی حضرت یوسف علیہ اسلام کی پھوپھی کے پاس کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ بچپن میں فوت ہوگئی تھیں اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بہن کو دے دیا تھا اور انہوں نے آپ کو پالا تھا ------ایک تو آپ کی پھوپھی تھیں اور پھر آپ نے پالا بھی تھا اسلئے حضرت یوسف علیہ السلام سے آپ کو بے پناہ محبت ہوگئی تھی------- جب حضرت یوسف علیہ السلام کچھ بڑے ہوگئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی بہن سے واپس لینا چاہا، بہن کو حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی گوارا نہ تھی اس لئے انہوں نے اس حیلہ سے ایک سال اور آپ کو اپنے پاس رکھ لیا-------وہ مقدس کمر بند حضرت یوسف علیہ السلام کی کمر میں باندھ دیا اور مشہور کر دیا کہ کمر بند گم ہوگیا، تلاش شروع ہوئی تو وہ کمر بند حضرت یوسف علیہ السلام کی کمر میں بندھا ہوا نکلا چنانچہ ملک شام کے قانون کے مطابق اس بہانے سے آپ کی پھوپھی

نے آپ کو ایک سال اور رکھ لیا------ برادران یوسف نے آپ کی طرف چوری کا جو اشارہ کیا وہ یہی واقعہ تھا۔ ایک اور روایت یہ ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے نانا کا ایک بت تھا جس کی وہ پوجا کرتے تھے حضرت یوسف علیہ السلام کو بچپن ہی سے بت پرستی سے سخت نفرت تھی چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے وہ بت اٹھا لیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے کہیں غلاظت کے اندر ڈال دیا------ حقیقت میں یہ چوری نہ تھی بلکہ بت پرستی کا مٹانا تھا، حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے پر دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر عمل فرمایا جنہوں نے بت خانہ میں جا کر بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ برادران یوسف کا اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے-------- بہر حال بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام نے روک لیا------ بھائیوں نے بہت الحاح وزاری کی اور کہا کہ بنیامین کے کسی اور بھائی کو رکھ لیں مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے قول کے مطابق عمل کیا اور بنیامین ہی کو روک لیا--------

قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ۝ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ۝۶۰

(ترجمہ) بھائی بولے اے عزیز! اس کے ایک باپ ہیں بڑے بوڑھے، تم ہم میں سے کسی کو اس کی جگہ لے لو بے شک ہم تمہارے احسان دیکھ رہے ہیں (یوسف نے) کہا خدا کی پناہ کہ ہم کسی اور کو لیں مگر اسی کو جس کے پاس ہمارا مال ملا (اگر کسی اور کو لیا تو) جب تک ہم ظالم ہوں گے۔

اس واقعہ نے روبیل نامی بھائی کو بہت متاثر کیا اور انہوں نے کہا-------- کیا تم اپنے باپ سے وعدہ کر کے نہیں آئے تھے کہ ہم حفاظت اس کو واپس لائیں گے؟ اس لیے تم

جاؤ میں نہیں جاؤں گا، یہیں مصر میں رہوں گا------- چنانچہ روبیل مصر ہی میں رہے :-

فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ○ اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ○ وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْۤ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ○[۲۱]

(ترجمہ) پھر اس سے ناامید ہوئے الگ جاکر سرگوشی کرنے لگے۔ ان کا بڑا بھائی بولا، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کا عہد لے لیا تھا؟ اور اس سے پہلے تم نے یوسف کے بارے میں کیا خطا کی تو میں یہاں سے نہ ٹلوں گا۔ یہاں تک کے میرے باپ مجھے فرمائیں یا اللہ حکم دے اور اس کا حکم سب سے بہتر ہے------- اپنے باپ کی طرف لوٹ کر جاؤ اور پھر عرض کرو، اے ہمارے باپ بے شک آپ کے بیٹے نے چوری کی اور ہم تو اتنی بات کے گواہ ہوئے تھے جتنی ہمارے علم میں تھی اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے اور اس بستی سے پوچھ دیکھئے جس میں تھے اور اس قافلے سے جس میں ہم آئے اور ہم بیشک سچے ہیں۔

اور باقی نو بھائی غلہ لے کر کنعان چلے گئے اور کنعان پہنچ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس سانحہ کی خبر سنائی اور سارا واقعہ بیان کیا------- حضرت یعقوب علیہ السلام بنیامین کی جدائی پر صبر کرلیا جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی پر صبر فرمایا تھا۔ اور فرمایا :-

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۖ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ۖ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ ۱۲

(ترجمہ) (یعقوب نے) کہا تمہارے جی نے یہ بہانہ بنایا ہے، تو اچھا صبر ہے، امید ہے اللہ ان سب کو مجھ سے لا ملائے۔ بے شک وہی علم و حکمت والا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ اسلام نے شدت غم میں برادران یوسف سے منہ پھیر لیا، روتے رہے، مگر مایوس نہ ہوئے اور بیٹوں سے فرمایا:- جاؤ بھائیوں کو تلاش کرو میں اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوں۔

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَ ابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ۝ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۖ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ ۱۳

(ترجمہ) (یعقوب نے) ان سے منہ پھیرا اور کہا، ہائے افسوس! یوسف کی جدائی پر اور اس کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں تو وہ غصہ کھاتا رہا-------- بیٹے بولے خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کے گور کنارے جا لگیں یا جان سے گزر جائیں۔ (یعقوب نے) کہا میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں اور مجھے اللہ کی شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔ اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کی بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے نا

امید نہ ہوبے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔

چنانچہ یہ سب بھائی تیسری بار پھر مصر آئے-------ان کے پاس تھوڑی بہت پونجی تھی، مسکینی کا عالم تھا، کھوٹے سکے لے کر آئے جن کو کوئی تاجر قبول نہ کرتا-------جب یہ بھائی مصر پہنچے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے آئے اور یہ عرض کیا کہ ہم یہ تھوڑی بہت پونجی لائے ہیں آپ اس کے عوض غلہ بھی دیں اور کچھ صدقہ و خیرات بھی کریں-------حضرت یوسف علیہ السلام مسکرانے لگے اور فرمایا یوسف کا کیا حال ہے ؟۔ آپ کی دانتوں کی چمک دیکھ کر برادران یوسف پہچان گئے اور کہا-------کیا سچ مچ تم یوسف ہی ہو ؟-------ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے اپنے سر سے تاج اتار کر اپنی پیشانی کا تل بھی انہیں دکھایا اس سے وہ آپ کو پہنچان گئے اور بہت نادم و شرمسار ہوئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت کو دل سے تسلیم کیا-------حضرت یوسف علیہ السلام نے پے درپے بے وفائیوں کے باوجود حیرت انگیز دریادلی کا مظاہرہ فرمایا اور سب بھائیوں کو معاف کر دیا :-

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ ○ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّافَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ○ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِىْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ○ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ

عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَ ھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ○ ۶۴

(ترجمہ) پھر جب وہ یوسف کے پاس پہنچے۔ بولے۔ اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تکلیف پہنچی اور بے قدر پونجی لے کر آئے ہیں اور آپ ہمیں پورا ناپ دیجئے اور ہم پر خیرات کیجئے بے شک اللہ خیرات والوں کو صلہ دیتا ہے۔ (یوسف نے کہا) کچھ خبر ہے تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا؟ جب تم نادان تھے۔ بولے، کیا سچ مچ آپ ہی یوسف ہیں؟ کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی۔ بے شک اللہ نے ہم پر احسان کیا، بے شک جو پرہیز گاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا نیگ ضائع نہیں کرتا، بولے بے شک خدا نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بے شک ہم خطاوار تھے (یوسف نے) کہا آج تم پر کچھ ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کردے اور وہ سب لوگوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

اس موقع پر حضرت یوسف علیہ السلام نے ماضی کے تلخ ترین واقعات کو نہ یاد دلایا، نہ طنز و لعن طعن کیا، اس طرح درگزر فرمایا گویا کہ یہ واقعات ہوئے ہی نہ تھے ------- اور قرآن حکیم کی اس ہدایت پر عمل فرما کر دنیا کو حیران کر دیا۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر اس وقت عمل فرمایا جب آپ دنیا میں تشریف بھی نہ لائے تھے

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَ بَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ○ وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ○ ۶۵

(ترجمہ) اور نیکی اور بدی برابر نہ ہو جائیں گی، اے سننے والے! برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جب کہ گہرا دوست۔ اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صابروں کو اور اسے نہیں پاتا مگر بڑا نصیبے والا۔

اللہ نے پہلے ہی آپ کو بتا دیا تھا کہ ایک وقت آئے گا کہ تم اپنے بھائیوں کے کرتوت ان کو جتاؤ گے۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ○ ۶۶

(ترجمہ) اور ہم نے اسے وحی بھیجی کہ ضرور تو انہیں ان کا یہ کام جتائے گا ایسے وقت کہ وہ نہ جانتے ہوں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے تو اپنے گیارہ بھائیوں کو معاف فرمایا، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر تمام برادران وطن کو معاف کر دیا---------یہ عظیم مثالیں ہمارے سامنے ہیں، ہم کو ان مثالوں کو سامنے رکھ کر عفو ودرگزر کا جذبہ پیدا کرنا چاہیے عفو ودرگزر ہی سے اتحاد واتفاق کی فضا پیدا ہو سکتی ہے---------لیکن صورت حال یہ ہے کہ خانقاہوں میں، مسجدوں میں، مدرسوں میں، بازاروں میں، شہروں میں، گھروں میں فساد ہی فساد ہے، سب آپس میں دست بگریبان ہیں---------حضرت یوسف علیہ السلام نے ان بھائیوں کو معاف فرمایا جو آپ کی عزت وناموس اور جان کے پیچھے پڑے ہوئے تھے---------حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جان کے پیاسوں کو معاف فرما کر اپنا جانثار بنایا---------کیا یہ نمونہ ہمارے لیے کافی نہیں؟---------حضرت یوسف علیہ السلام نے سچ فرمایا---------نفس تو برائی کا بہت ہی حکم دینے والا ہے---------ہم نفس کے جنجال میں پھنسے ہوئے ہیں، ہمیں اس جنجال سے نکل جانا چاہیے، ہمت کی ضرورت ہے، حوصلہ کی ضرورت ہے، کچھ کر گزرنے کی ضرورت ہے---------حیرت کی بات یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس خاتون کو جو سارے شہر میں آپ کی بدنامی کا سبب بنی اپنی رفیقہ حیات بنا کر یہ بتا دیا کہ صلاح اور فلاح معاف کرنے ہی کے اندر ہے---------قرآن کریم میں ارشاد ہے :-

وَلَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ○ ۶۷

(ترجمہ) اور بے شک جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام

ہیں۔

۱۳

ہاں جب راز کھل گیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کے لیے اپنی قمیص بھیجی-------ایک روایت یہ بھی ہے کہ جنت کی یہ وہی ریشمی قمیص تھی جو حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ اسلام کیلئے لائے تھے اور آگ میں ڈالنے سے پہلے آپ کو پہنادی تھا، پھر یہ قمیص حضرت اسماعیل علیہ السلام سے حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو ملی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ قمیص اپنے بھائیوں کو دی اور فرمایا کہ والد ماجد کے چہرے پر ڈالنا بینائی آجائے گی-------حضرت یوسف علیہ السلام کو یقین تھا کہ چہرے پر قمیص ڈالتے ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کی بے نور آنکھوں میں نور آجائے گا:-

اِذۡهَبُوۡا بِقَمِيۡصِىۡ هٰذَا فَاَلۡقُوۡهُ عَلٰى وَجۡهِ اَبِىۡ يَاۡتِ بَصِيۡرًا‌ ۚ وَاۡتُوۡنِىۡ بِاَهۡلِكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ۝ وَلَمَّا فَصَلَتِ الۡعِيۡرُ قَالَ اَبُوۡهُمۡ اِنِّىۡ لَاَجِدُ رِيۡحَ يُوۡسُفَ‌ لَوۡلَاۤ اَنۡ تُفَنِّدُوۡنِ ۝ قَالُوۡا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِىۡ ضَلٰلِكَ الۡقَدِيۡمِ ۝ فَلَمَّاۤ اَنۡ جَآءَ الۡبَشِيۡرُ اَلۡقٰهُ عَلٰى وَجۡهِهٖ فَارۡتَدَّ بَصِيۡرًا‌ ۚ ۝۱۸

(ترجمہ) میرا یہ کرتا لے جاؤ اسے باپ کے منہ پر ڈالو اس کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لاؤ۔ جب قافلہ مصر سے نکلا تو یہاں اس کے باپ نے کہا، بے شک مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے اگر مجھے یہ نہ کہو کہ سٹھیا گیا ہے۔ بیٹے بولے، خدا کی قسم آپ اپنی اس پرانی خودرفتگی میں ہیں۔ پھر جب خوشی سنانے والا (یہودا) آیا، اس نے وہ کرتا یعقوب علیہ السلام کے منہ پر ڈالا اسی وقت اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔

اس میں شک نہیں جو کپڑے یا جو چیز بھی اللہ کے محبوبوں کے جسم سے مس ہو جائے وہ بھی فیض سے خالی نہیں ہوتی جسطرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے مبارک جسموں سے مس ہونے والی چیزوں کو یہ منزلت حاصل ہوئی کہ ان تبرکات کو لکڑی کے صندوق میں محفوظ کر دیا گیا جس کو ,,تابوت سکینہ،، کہا جاتا تھا[۶۹] ۔ یہ صندوق جہاں جاتا اپنی برکتیں ساتھ لے کر جاتا اور اس کو اللہ کے فرشتے اٹھاتے تھے ------- حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مس ہونے والے پتھر کو یہ عزت ملی کہ وہ بیت اللہ شریف کے دروازے کے بالکل سامنے رکھا گیا[۷۰] ، اس کو چھ ہزار برس سے زیادہ عرصہ گزر چکا لیکن یہ محفوظ چلا آرہا ہے ------- حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے مس ہونے والی خاک کی یہ شان ہے اس میں سے زندگی کے چشمے ابل رہے تھے، سامری نے اسی خاک کو دھات کے بنے ہوئے بچھڑے میں ڈالا تو وہ بولنے لگا ------- [۷۱] حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مبارک قدموں سے مس ہونے والی زمین سے پانی ابل پڑا، یہی پانی جس کو زم زم شریف کہا جاتا ہے دنیا کے گوشے گوشے میں بطور تبرک لے جایا جاتا ہے ------- ہزاروں سال ہوگئے، ختم نہیں ہوتا ------- حضرت ایوب علیہ السلام کے مبارک قدموں کے ضرب سے زمین سے ٹھنڈا میٹھا پانی ابل پڑا[۷۲] -------

قرآن کریم میں ایسے بہت سے تبرکات اور معجزات کا ذکر ہے ------- اللہ تعالیٰ کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ------- ان تبرکات کا کیا مقصود ہے اور ان معجزات میں کیا حکمت ہے؟ ------- مقصد و حکمت یہی معلوم ہوتی ہے کہ ہمارا دل اللہ کے ساتھ ساتھ اللہ کے محبوبوں سے بھی وابستہ رہے ------- اللہ کو دیکھا نہیں ان کو دیکھ کر ہم کو اللہ کی عظمت و قدرت کا صحیح احساس و ادراک ہوتا ہے اور یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ محبوب و غیر محبوب برابر نہیں ------- یہی احساس ایمان کو جلا دیتا ہے اور دنیا میں ہی بے آسرا انسانوں کو آسرا مہیا کرتا ہے اور ایمان کو قائم و دائم رکھتا ہے۔

بہر حال عرض کرتا تھا کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی قمیص عطا فرمائی اور لے جانے کا حکم دیا تو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی یہودا نے یہ سعادت حاصل کی، وہ قافلے کے آگے آگے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص اٹھائے دوڑے چلے جارہے تھے انہوں نے کہا۔

افرحه كما احزنته ۞ ٤٣

بھائی حضرت یوسف کی خون بھری قمیص بھی میں ہی لے کر گیا تھا، میں نے ہی اپنے والد ماجد صاحب کو موت کی خبر سنائی تھی، میں نے ہی ان کو غمگین کیا تھا-------- آج یہ قمیص بھی میں ہی لے کر جاؤں گا اور اپنے بھائی یوسف علیہ السلام کی زندگی کی خوشخبری بھی میں ہی سناؤں گا--------اور یہودا خوشی اور مسرت میں برہنہ سر اور برہنہ پا اسی لگن میں دوڑتے دوڑتے آئے، راستے میں کھانے کے لئے ٦ روٹیاں ساتھ لائے تھے، فرط مسرت میں وہ بھی پوری نہ کھا سکے کیونکہ انتہائی خوشی اور شدت غم سے انسان کی بھوک اڑ جاتی ہے۔

قمیص لے کر قافلہ جس وقت مصر سے روانہ ہوا تو آٹھ دن کے فاصلے کی راہ سے خداوند تعالی کے حکم سے ہوا اس قمیص کی خوشبو لے کر اڑی اور حضرت یعقوب علیہ السلام تک اس کو پہنچایا-------- یہودا ابھی قمیص لے کر نہیں پہنچے تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھائیوں سے فرمایا--------اگر تم مجھے دیوانہ نہ کہو تو مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے--------انہوں نے کہا--------آپ تو یوسف کے عشق میں از خود رفتہ ہوئے چلے جارہے ہیں--------اس واقعے سے محسوس ہوتا ہے کہ برادران یوسف جب تیسری بار غلہ لینے اور حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی تلاش میں نکلے تو شاید سب بھائی نہیں گئے تھے بلکہ کچھ بھائی گھر میں رہ گئے تھے انہی سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے دل کی بات کہی ہوگی مگر ان بھائیوں کو نہیں معلوم تھا کہ راز کھل چکا ہے اور ان کا منصوبہ خاک میں مل چکا ہے، غروب ہونے والا آفتاب پھر طلوع ہو چکا ہے اور نصف النہار تک پہنچ چکا ہے-------- اندھیریاں چھٹ چکی ہیں ہر طرف اجالا ہی اجالا ہو چکا

ہے-------یہودا جب حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص لے کر گھر پہنچے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر ڈالا تو چھ برس کی گئی ہوئی بینائی آن کی آن میں لوٹ آئی-------محبت ہی میں بینائی گئی تھی محبت ہی میں آگئی، بس فراق ووصال کا فرق ہے، یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا معجزہ تھا---------وہ تخت شاہی پر جلوہ فرما ہونے سے پہلے ہی منصب نبوت پر فائز ہو چکے تھے--------حضرت یعقوب علیہ السلام دونوں بیٹوں کی خبر پا کر کتنے خوش ہوئے ہوں گے اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جس نے بیٹوں کی جدائی کا غم کھایا ہو، جس کا دل فراق اور جدائی کی انگاروں پر لوٹا ہو، جس نے سچی محبت کا مزا چکھا ہو-------جب یعقوب علیہ السلام کی بینائی آگئی تو انہوں نے یہودا سے پہلا سوال یہ کیا:-

کیف یوسف؟

(یوسف کا کیا حال ہے؟)

یہودا نے جواب دیا۔

هو ملك مصر

(وہ مصر کے بادشاہ ہیں)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔

ما اصنع بالملك علی ای دین ترکته؟

میں بادشاہت کو کیا کروں تم نے اس کو کس دین پر چھوڑا۔

علی دین الاسلام

(دین اسلام پر چھوڑا)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:-

الآن تمت النعمة[۴۲]

(اب نعمت پوری ہو گئی)

حضرت یعقوب علیہ السلام کو جدائی کا غم تو تھا ہی مگر اب یہ بھی غم دامن گیر ہو گیا کہ مصر کے لوگ بت پرست تھے کہیں وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی عقائد پر اثر انداز نہ ہوئے ہوں خصوصاً بادشاہت کی منصب پر فائز ہونے کے بعد، جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ دین اسلام پر فائز ہیں بلکہ منصب رسالت و نبوت پر فائز ہیں تو آپ کو بے انتہا خوشی ہوئی--------- قابل توجہ بات یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ملنے اور ان کے منصب شاہی پر فائز ہونے کی کچھ فکر نہ تھی فکر تھی تو دین و ایمان کی، بے شک الوالعزم حضرات کی نظر میں بادشاہت کی کوئی قدر و قیمت نہیں، ان کی نظر میں دین و ایمان ہی سب کچھ ہے---------یہ ہے تو سب کچھ ہے، یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے التجا کی کہ ان کے گناہوں کی تلافی کے لئے پروردگار عالم کے حضور بخشش کی دعا کی جائے--------- حضرت یوسف علیہ السلام جب تک مصر نہ پہنچے بیٹوں کی بخشش کی دعا نہ کی، پھر مصر پہنچ کر جمعہ کی رات یا فجر میں نماز تہجد کے بعد قبلہ رو ہو کر حضرت یوسف علیہ السلام کو پیچھے بٹھایا ان کے پیچھے سب بیٹوں کو، پھر دعا فرمائی، سب آمین! کہتے رہے۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ○
قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِئِیْنَ ○
قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُلَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○ ۵۷

(ترجمہ) (یعقوب نے) کہا، میں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی وہ شان معلوم ہے جو تم نہیں جانتے--------- (بیٹے) بولے اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے، بے شک ہم خطاوار ہیں (یعقوب نے) کہا جلد تمہاری بخشش اپنے رب سے چاہوں گا۔ بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام اور تمام اہل و عیال کو بلانے کے لیے اپنے بھائیوں کے ساتھ دو سو سواریاں اور بہت سا سازو سامان بھیجا، حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے تمام بیٹوں اور تمام اہل عیال کو جمع کیا، روانگی کی تیاریاں شروع کیں، آپ کے اہل عیال کی کل تعداد بہتر تہتر نفوس پر مشتمل تھی یا ایک سو کے اندر اندر--------اللہ تعالی نے ان میں یہ برکت عطا فرمائی کہ ان کی نسل اتنی بڑھی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل (یعنی اولاد یعقوب) مصر سے نکلی تو چھ لاکھ سے زیادہ تھی باوجودیکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے صرف چار سو سال پہلے کا ہے۔

مختصر یہ کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام مصر کے قریب پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام جو، اب مصر کے بادشاہ تھے سابق شاہ مصر ریان بن ولید عملیقی، سرداروں اور چار ہزار لشکری اور بہت سے مصری سواروں کو ہمراہ لے کر والد ماجد کے استقبال کے لیے سینکڑوں ریشمی پھریرے اڑاتے اور قطار باندھے روانہ ہوئے، حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے یہودا کے ہاتھ پر ٹیک لگائے تشریف لا رہے تھے (یہ یہودا وہی بیٹے ہیں جو حضرت یوسف علیہ السلام کی خون آلود قمیص اپنے والد کے پاس لے کر گئے تھے پھر یہی حضرت یوسف علیہ السلام کی معجزاتی قمیص لے کر گئے جس کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈالا گیا تو ان کی بے نور آنکھیں روشن ہو گئیں) جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی نظر لشکر پر پڑی اور آپ نے دیکھا کہ صحرا ازرق برق سواروں سے پٹا پڑا ہے، فرمایا، اے یہودا! کیا یہ فرعون مصر ہے جس کا لشکر اس شان و شوکت سے آ رہا ہے؟-------- عرض کیا گیا، نہیں یہ حضرت کے فرزند یوسف علیہ السلام ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو متعجب دیکھ کر عرض کیا، ہوا کی طرف توجہ فرمایئے آپ کی خوشی میں ملائکہ حاضر ہوئے ہیں جو مدتوں آپ کے غم میں روتے رہے ملائکہ کی تسبیح، گھوڑوں کے ہنہنانے اور طبل و بگل کی آوازوں نے عجب سماں باندھ دیا تھا-------- آج محرم و الحرام کی دس تاریخ

تھی-------جب حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام قریب ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے سلام کرنے کا ارادہ کیا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا، آپ توقف کیجئے اور والد ماجد کو سلام میں پہل کرنے دیجئے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا :-

السلام علیکم یا مذهب الاحزان!

(اے غموں کو مٹانے والے تم پر سلامتی ہو!)

حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام نے سواریوں سے اتر کر معانقہ کیا خوب روئے، پھر اس مزین اور شاہی خیمے میں داخل ہوئے جو پہلے ہی سے آپ کے استقبال کے لیے نصب کر رکھا تھا۔ حضرت یوسف علیہ اسلام نے اتنے طویل عرصے جدائی کے بعد ملاقات کے وقت ماضی کی تلخ باتیں نہیں سنائیں کہ بھائیوں نے کس طرح مارا پیٹا ،کنوئیں میں ڈالا، قافلہ والوں کے ہاتھ فروخت کیا، پھر بازار مصر پر فروخت کیا گیا، الزام لگا یا گیا، قید میں ڈالا گیا وغیرہ وغیرہ بلکہ آپ نے پچھلی باتیں درگزر فرما کر ہنسی خوشی باتیں کیں، اس سے آپ کے کمال تحمل و بردباری کا اندازہ ہوتا ہے۔ بہر حال یہ داخلہ حدود مصر میں تھا، پھر جب شہر کی حدود میں داخل ہوئے اور حضرت یوسف علیہ السلام معہ اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام اور بھائیوں کے قلعہ میں داخل ہوئے اور حضرت یوسف علیہ السلام تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوئے، تخت پر اپنے والد محترم اور بھائیوں کو بٹھایا ،سب کے سب حضرت یوسف علیہ السلام کے آگے جھک گئے اور سجدہ تعظیمی بجالائے :-

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۝ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ

اَخۡرَجَنِیۡ مِنَ السِّجۡنِ وَجَآءَ بِکُمۡ مِّنَ الۡبَدۡوِ مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ نَّزَغَ الشَّیۡطٰنُ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَ اِخۡوَتِیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَطِیۡفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ ○[۴٦]۔

(ترجمہ) پھر وہ سب جب یوسف کے پاس پہنچے تو (یوسف نے) اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا کہ مصر میں داخل ہو اللہ چاہے تو امان کے ساتھ۔ اور اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور سب اس کے لئے سجدہ میں گرے (تو یوسف) نے کہا اے میرے باپ! یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے بے شک اسے رب نے سچا کیا اور بے شک اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ سب کو دیہات سے لے آیا بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کرا دی تھی۔ بے شک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کر دے۔ بے شک وہی علم و حکمت والا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسٰی علیہ السلام تک سجدہ تعظیمی جائز تھا پھر شریعت محمدی میں حرام قرار پایا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی تعالٰی عنہ ملک شام تشریف لے گئے تو وہاں لوگوں کو سجدہ تعظیم کرتے پایا--------- جب واپس لوٹے تو آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ تعظیم کیا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر بتایا کہ ملک شام کے لوگ ایسا کرتے ہیں-------- حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا[۴۷]-------- پچھلی شریعتوں میں بجائے سلام سجدہ تعظیمی جائز تھا پھر منسوخ کر دیا گیا ہے-------- مشہور و معروف عالم مولانا احمد رضا خان بریلوی نے سجدہ تعظیمی کی حرمت پر بہت ہی محققانہ مقالہ لکھا ہے[۴۸] (جس کا اکثر اہل علم کو پتا نہیں، یہ قابل مطالعہ بھی اور لائق اشاعت بھی)۔

تعظیم اسلامی معاشرہ کی ایک عظیم علامت ہے---------- انبیاء کی تعظیم، اولیاء اللہ کی تعظیم، اولی الامر کی تعظیم، والدین کی تعظیم-------- قرآن کریم میں تعظیم و تکریم کا

حکم دیا گیا ہے ۹ے مغربی دنیا نے اس اسلامی تصور کی نفی کی، انبیاء کی شان میں بے ادب کیا، اہل اللہ سے بیزار کیا، اولیاء اللہ سے بغاوت سکھائی، بزرگوں کی نافرمانی پر آمادہ کیا، اور والدین کا نافرمان بنایا ـــــ فکر و خیال کی یہ جنگ ایک دو صدیوں سے جاری ہے، شاید ہمیں اس کا احساس نہیں ------- حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں اور والدین کا جھکنا اولی الامر کی تعظیم کی نشاندہی کرتا ہے، ایسے اولی الامر جو امانت داری اور رعیت کی پرورش میں مخلص ہوں، اللہ اور رسول کے نافرمان نہ ہوں، حضرت یوسف علیہ السلام کا والدین کی عزت کرنا والدین کی تکریم کی نشاندہی کرتا -------- یہ اسلامی شعائر ہیں اسی سے معاشرے میں ٹھہراؤ پیدا ہوتا ہے اور اللہ کی تائید حاصل ہوتی ہے، بے ادبی سرکشی اور بغاوت سے معاشرہ بد سے بدتر ہوتا چلا جاتا ہے خواہ ظاہری طور پر وہ کتنا ہی اچھا معلوم ہوتا ہو، اندر سے دیمک لگ چکی ہوتی ہے، جہاں سب بے چین رہتے ہیں کسی کو چین نصیب نہیں ہوتا......

جب حضرت یوسف علیہ السلام تخت شاہی پر جلوہ فرما ہو چکے اور سب نے آپ کے حضور سجدہ تعظیم کر لیا تو آپ نے فرمایا :-

> ابا جان! یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے۔ بے شک اسے میرے رب نے سچا کیا، بے شک اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا بھائیوں میں جدائی کے بعد آپ سب کو دیہات سے لا کر شہر میں آباد کیا، بے شک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کرے، بے شک وہی علم و حکمت والا ہے۔ اے میرے رب! تو نے مجھے سلطنت دی اور مجھے کچھ باتوں کا انجام نکالنا سکھایا۔ اے آسمانوں اور زمین کے باتیں بنانے والے تو ہی دنیا و آخرت میں میرا کام بنانے والا ہے۔ مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قرب کے لائق ہیں۔

۱۴

حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام اور بھائیوں کے ملک شام
کے دیہات کنعان سے نقل مکانی کر کے شہر میں آباد کیے جانے کو اللہ کا احسان قرار دیا، اس
سے معلوم ہوا کہ شہریوں کو دیہاتیوں پر فضیلت حاصل ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے لیے فرمایا :-

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ
اَهْلِ الْقُرٰى ۘ ۸۰

(ترجمہ) اور ہم نے جتنے رسول تم سے پہلے بھیجے سب مرد ہی تھے جنہیں ہم وحی
کرتے اور سب شہر کے رہنے والے تھے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دیہاتیوں، جنات اور عورتوں میں سے کبھی کوئی نبی
نہیں کیا گیا، دیہات میں نبی بھیجا بھی تو اس کو شہر میں لا کر آباد کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل سے بھی اس کا انداز ہوتا ہے آپ شہریوں
کو نماز میں پہلی صف میں کھڑا کرتے اور دیہاتیوں کو دوسری تیسری صف میں اسطرح آپ
نے شہریوں کو دیہاتیوں کا مربی بنایا اور اپنے عمل سے یہ بتایا کہ شہریوں کو چاہیئے کہ دیہاتیوں
کی تربیت کریں اور ان کے احوال سے غافل نہ ہوں بالعموم شہری متمدن، مہذب اور تعلیم
یافتہ ہوتے ہیں، غیر متمدن اور غیر مہذب اور غیر تعلیم یافتہ افراد کو متمدن، مہذب اور تعلیم
یافتہ افراد پر فوقیت دینا غیر فطری بھی ہے اور غیر معقول بھی، اسلام دین فطرت ہے، اور
عقل و حکمت کا دین بھی، ------- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہریوں کو دیہاتیوں کی
تعلیم و تربیت کا ذمہ دار بنایا، اس لیے ان کو بے خبر نہ رہنا چاہیے------- ساری خرابی
خود غرضی اور نفس پرستی سے پیدا ہوتی ہے----------

حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ کے پاس مصر میں نہایت ہی عیش و

آرام کے ساتھ چوبیس سال رہے--------وصال سے قریب آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو وصیت کی کہ آپ کی میت ملک شام لے جا کر بیت المقدس میں آپ کے والد حضرت اسحاق علیہ السلام کی قبر شریف کے پاس دفن کی جائے، اس وصیت کی تعمیل کی گئی--------وصال کے بعد آپ کا جسد اطہر لکڑی کے تابوت میں بیت المقدس لایا گیا، اسی وقت آپ کے بھائی عیص کی بھی وفات ہو گئی، چنانچہ دونوں بھائیوں کو ساتھ ہی دفن کیا گیا، دونوں کی ولادت بھی ساتھ ہوئی تھی، دونوں کی عمریں ایک سو بنیالیس سال تھیں ۸۱--------جب حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد ماجد کو دفن کر کے مصر واپس لوٹے تو آپ نے دعا فرمائی :-

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۟ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۝ ۸۲

(ترجمہ) اے میرے رب! بیشک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے کچھ باتوں کا انجام نکالنا سکھایا۔ اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے! تو دنیا و آخرت میں میرا کام بنانے والا ہے۔ مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قرب خاص کے لائق ہیں۔ (یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے--------معراج میں یہ آرزو بھی پوری ہوئی)

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد تیئیس سال دنیا میں رہے اس کے بعد آپ نے وصال فرمایا--------اہل مصر کو آپ سے اتنی محبت تھی کہ ہر کوئی یہ چاہتا تھا کہ اس کے محلہ میں آپ کی تدفین ہو، آخر یہ طے پایا کہ آپ کو دریائے نیل میں دفن کیا جائے تاکہ آپ کے تابوت سے چھونے والا پانی سارے اہل مصر کو سیراب کرتا رہے چنانچہ آپ کو سنگ خارا یا سنگ مرمر کے صندوق میں رکھ کر دریا میں دفن کر دیا گیا۔ چار سو برس دریائے نیل میں آپ کی قبر شریف رہی چار سو برس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کا تابوت شریف نکال کر آپ کے آبائے کرام کے پاس بیت المقدس میں دفن کیا۔

مزاراتِ مقدسہ

- حضرت ابراہیم علیہ السلام
- حضرت اسحاق علیہ السلام
- حضرت یعقوب علیہ السلام
- حضرت یوسف علیہ السلام
- حضرت موسیٰ علیہ السلام

○
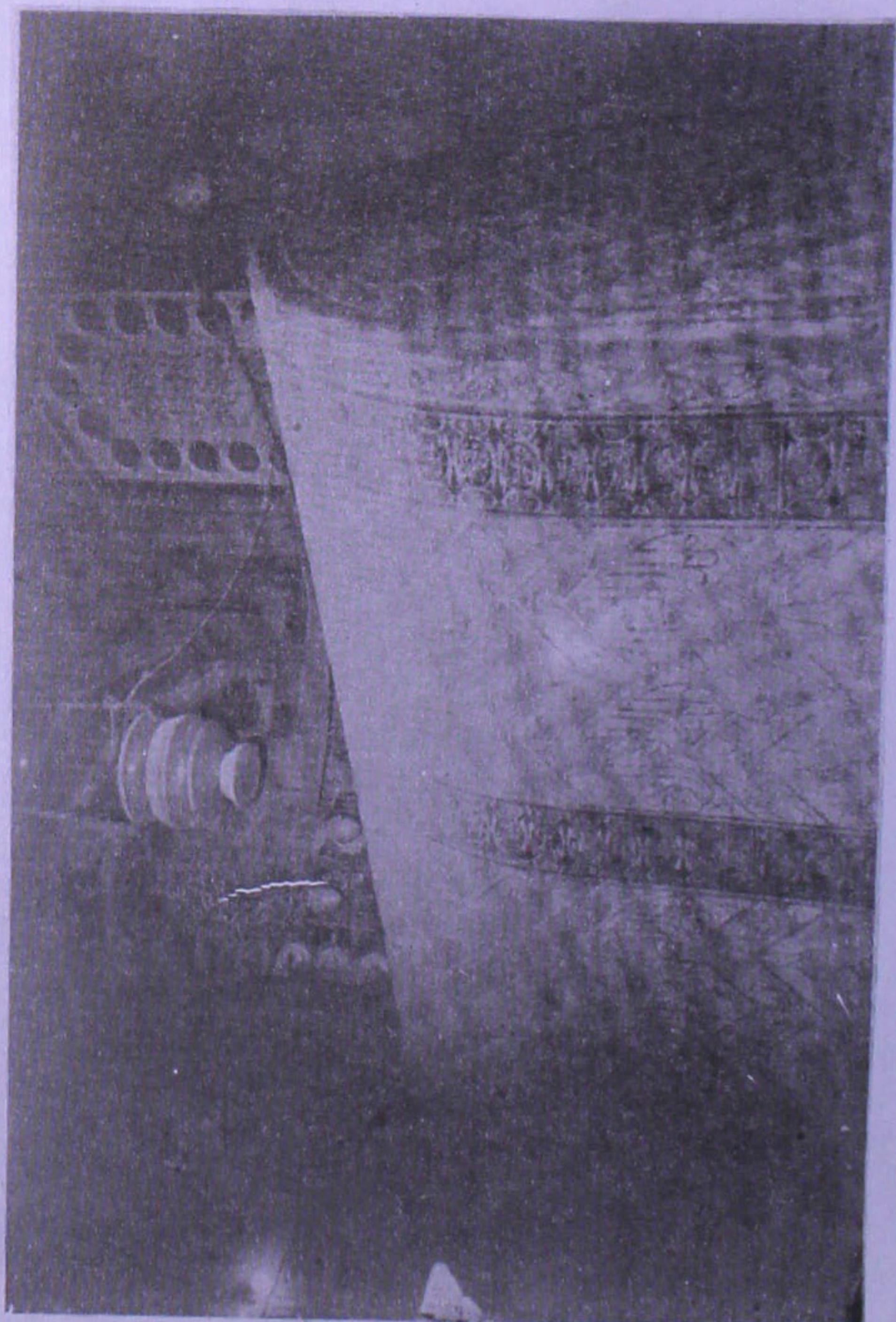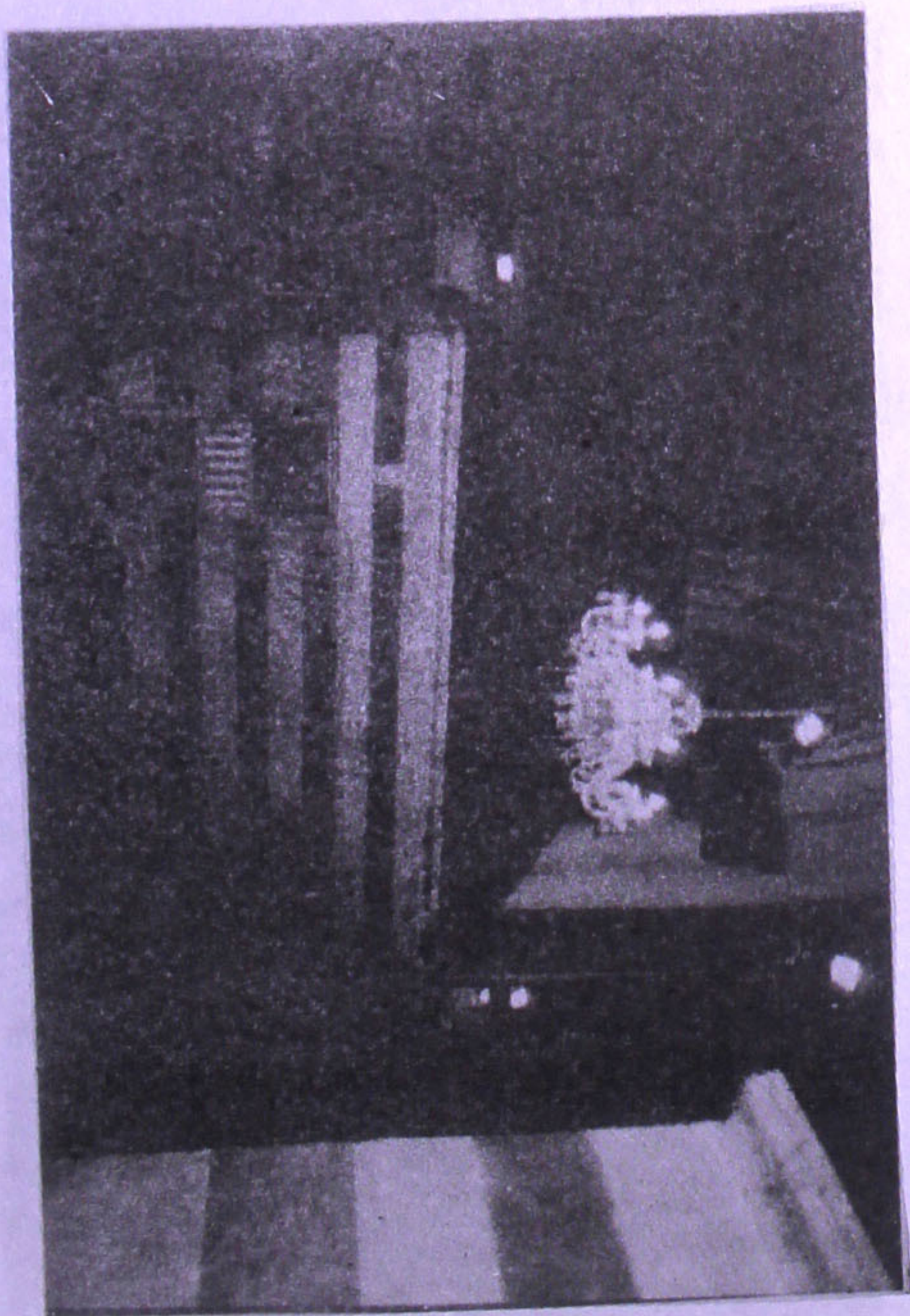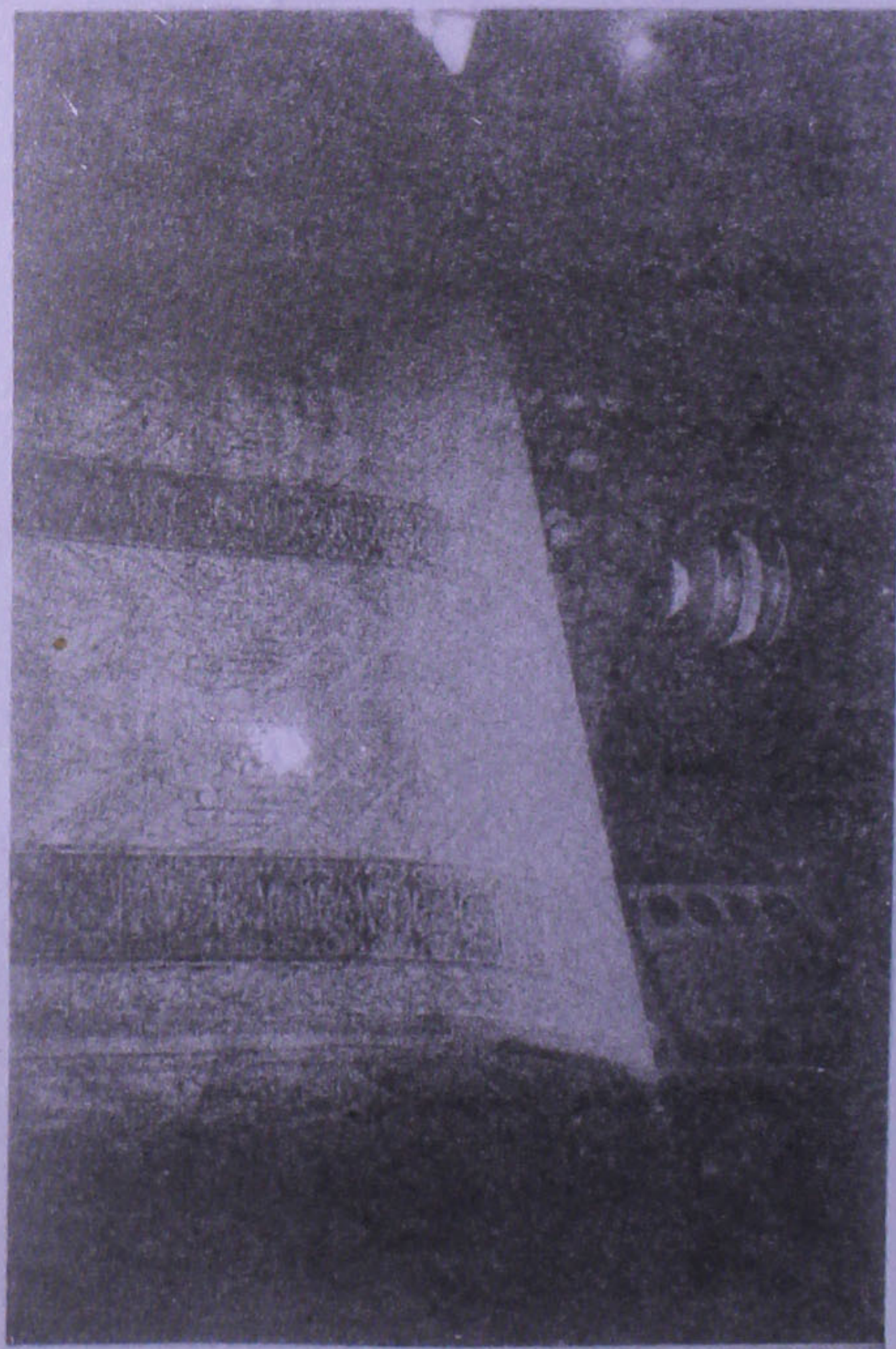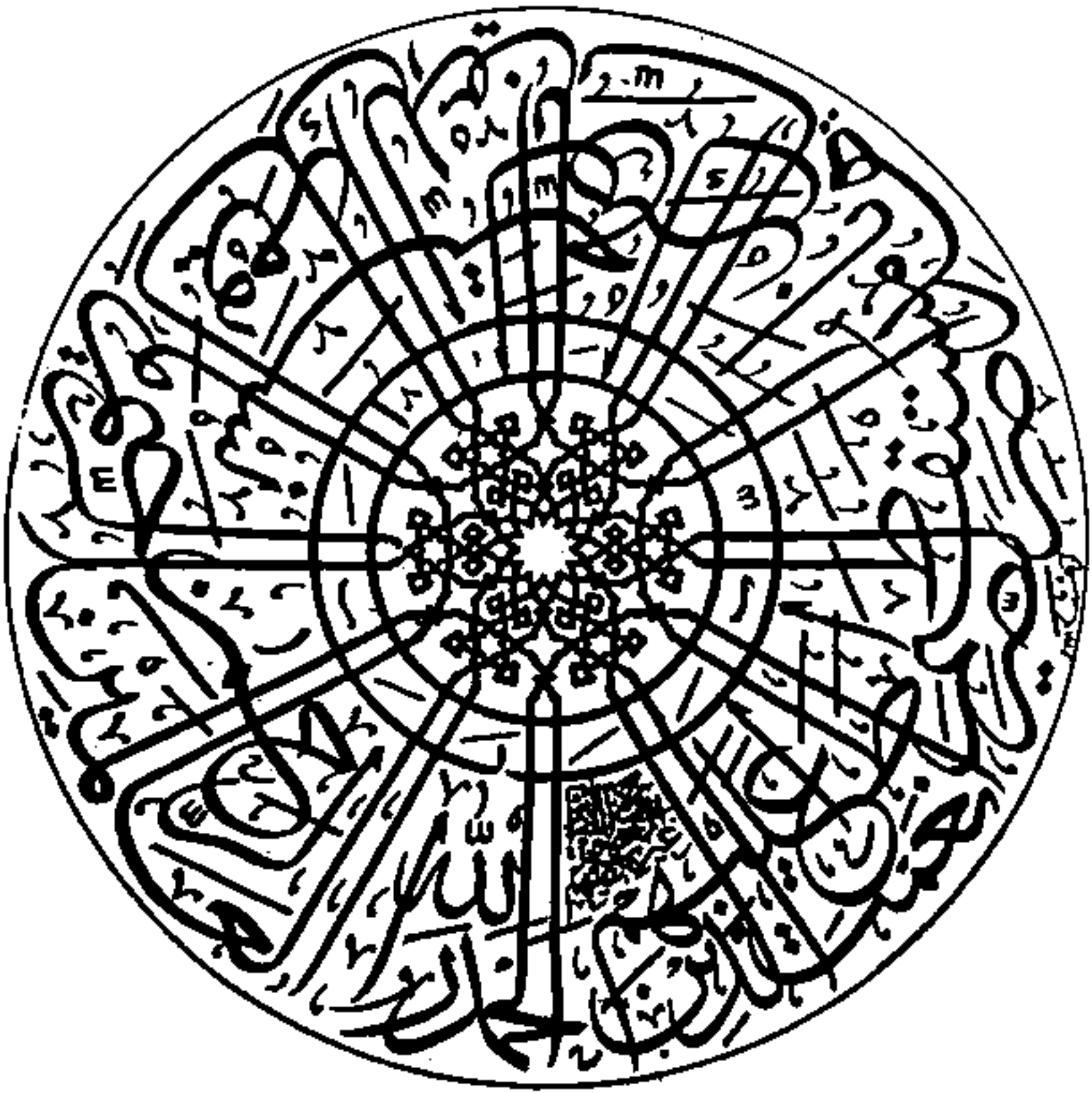
سلام

اے پیکر حسن و جمال

- تیرے حسن کو سلام
- تیری استقامت کو سلام
- تیرے مصائب کو سلام
- تیری عصمت و پاکدامنی کو سلام
- بادشاہت میں تیری فقیری کو سلام
- تیرے عفو و درگزر کو سلام
- تیرے خون آلودہ کپڑوں کو سلام
- تیرے نور افروز کرتے کو سلام
- تیری غلامی کو سلام
- تیری آقائی کو سلام
- تیری حکومت کو سلام
- رعیت پر تیری شفقت کو سلام
- تیری محبت کو سلام ------------- ہاں :-

الا لا ایمان لمن لا محبة له

الا لا ایمان لمن لا محبة له

الا لا ایمان لمن لا محبة له

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے

کیا ہے اپنے بخت خفتہ کو بیدار قوموں نے

حوالے اور حاشیے

۱۔ قرآن حکیم سورۃ بقرہ، ۲۴۸ سورۃ مریم، ۱۵

" " سورۃ مریم، ۳۳ سورۃ مائدہ، ۱۴

" " سورۃ بقرہ، ۱۲۷-۱۲۹ سورۃ صافات، ۱۰۳

" " سورۃ یونس، ۹۲ سورۃ بقرہ، ۱۴۳-۱۴۴

اور تو اور پیاروں سے نسبت رکھنے والی چیزوں کا بھی ذکر فرمایا، مثلاً:

" " سورۃ طہٰ، ۸۹-۹۶ سورۃ بقرہ، ۲۴۸

" " سورۃ اعراف، ۴۶ سورۃ کہف، ۹-۸

" " سورۃ مائدہ، ۹۷ سورۃ بقرہ، ۱۲۵

" " سورۃ آل عمران، ۹۷ سورۃ بقرہ، ۱۵۸

۲۔ قرآن حکیم : سورۃ ہود، ۱۲۰

۳۔ " " سورۃ فاتحہ، ۵-۶

۴۔ " " سورۃ انعام، ۱۵۳

۵۔ " " سورۃ توبہ، ۲۴

۶۔ " " سورۃ یوسف، ۳

نوٹ :۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تاریخی معجزہ ہے۔ قرآن حکیم حقائق کو فلسفیانہ انداز سے نہیں بیان کرتا بلکہ تاریخی اور روز مرہ واقعات کی روشنی میں پیش کرتا ہے جو افسانوی نہیں ہوتا بلکہ حقیقی اور سچا ہوتا ہے ------- جھوٹی باتیں کتنی ہی خوبصورت کیوں نہ ہوں دائمی تاثیر سے خالی ہوتی ہیں، قرآن کا ایک یہ بھی اعجاز ہے کہ ادب کا شہ کار ہوتے ہوئے اس میں ایک بات بھی جھوٹی نہیں جب کہ دنیا کے ادب کی تعمیر جھوٹ پر ہوئی ہے اور جھوٹ ہی کو ادب سمجھا جاتا ہے ------- حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ ایک تاریخی واقعہ ہے جو قرآن حکیم میں ایک ہی سورت میں بیان کر دیا گیا ہے جب کہ دوسرے واقعات مختلف سورتوں میں ملتے ہیں ------- اس سورت کا شان نزول یہ ہے کہ یہودیوں نے مشرکین مکہ کی معرفت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ حضرت یعقوب تو کنعان (ملک شام) میں رہتے تھے ان کی اولاد مصر میں کیسے آگئی؟ ------- یہ قصہ اس سوال کا جواب ہے جو اللہ تبارک تعالیٰ نے بذریعہ وحی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا ------- صدیوں پرانے واقعہ کو اتنی جزئیات کے ساتھ بیان کرنا یہودیوں کے لیے باعث حیرت ہوا چنانچہ ولید بن مغیرہ جن کا شمار فصحاء عرب میں ہوتا ہے سورہ یوسف سن کر بے قابو ہو گئے اور مشرف

باسلام ہو گئے ،اسی طرح مرقع بن رافع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مکہ معظمہ آئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سن کر اتنے متاثر ہوئے کہ مشرف باسلام ہو گئے' حضور اکرم ﷺ نے ان کو سورہ یوسف یاد کرائی ------- قصہ یوسف علیہ السلام کی معاشرے کا آئینہ دار تھا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بسر فرما رہے تھے ، اہل مکہ نے برادران یوسف کا کردار ادا کیا، وہی بے وفائیاں ،جفا شعاریاں، ستم رانیاں ------- حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک زندگی حضور انور صلی اللہ علیہ کی بے نظیر زندگی سے بڑی مماثلت رکھتی ہے ذرا ملاحظہ فرمائیں :-

- جس طرح مکہ کی خواتین حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی گرویدہ ہو گئی تھیں اور نور نبوت دیکھ کر شادی کی شدید خواہش رکھتی تھیں اسی طرح زنان مصر حضرت یوسف کی گرویدہ ہو گئیں اور شادی کی شدید خواہش رکھتی تھیں۔
- بچپن میں حضرت یوسف علیہ السلام کے سر سے ماں کا سایہ اٹھ گیا اور آپ کی پرورش آپ کی پھوپھی نے کی ،اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے بچپن میں ان کا سایہ اٹھ گیا اور آپ کی پرورش وتربیت آپ کی چچی فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کی۔
- جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی ایک بیوہ خاتون زلیخا سے شادی ہوئی تھی اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ کی ایک معزز بیوہ خاتون خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی ہوئی۔
- جس طرح برادران یوسف نے حضرت یوسف کو مارا پیٹا اور لہو لہان کیا اسی طرح برادران وطن نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بازار طائف میں مارا پیٹا اور لہو لہان کیا۔
- جس طرح حضرت یوسف نے قید خانے میں کئی سال گزارے اسی طرح حضور صلی اللہ نے شعب ابی طالب میں تین سال گزارے۔
- جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو اندھے کنویں میں ڈالا گیا اور آپ کئی روز رہے اسی طرح حضور صلی اللہ نے غار ثور میں اللہ کے حکم سے پناہ لی۔
- جس طرح برادران یوسف حضرت یوسف کے دشمن ہو گئے اور قتل کی سازش کی اسی طرح برادران وطن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہو گئے اور سراقہ بن جعشم کو قتل

کرنے کے لئے بھیجا۔

- جس طرح حضرت یوسف کو مصر میں عروج ملا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں عروج ملا۔
- جس طرح حضرت یوسف کے سامنے شکست خوردہ بھائی نادم و شرمسار کھڑے تھے اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے برادران وطن شکست خوردہ نادم شرمسار کھڑے تھے۔
- جس طرح حضرت یوسف نے انتقام کی قوت رکھنے کے باوجود بھائیوں کو معاف کیا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقام کی قوت رکھنے کے باوجود برادران وطن کو معاف کر دیا۔

الغرض یوسف علیہ السلام کی پاک زندگی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال زندگی کا آئینہ ہے۔
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حادثات زندگی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے حادثات زندگی میں بڑی مماثلت ہے۔ قصہ یوسف میں ہمارے لیے صبر و استقامت، عفو و درگزر، ضبط نفس، جود و سخا کے بہت سے سبق ہیں حضرت یوسف علیہ االسلام کی ذات بھٹکے ہوئے انسانوں کے لئے مشعل ہدایت ہے۔ اللہ تعالی نے اس قصے کو "احسن القصص" فرمایا۔ یعنی سب سے خوبصورت قصہ۔ یہ قصہ اس لئے بھی خوبصورت ہے کہ انسان کے احوال سے پوری مشابہت رکھتا ہے-------- اس میں دل بھی ہے (یوسف علیہ السلام) روح بھی ہے (یعقوب علیہ السلام) اس میں نفس بھی ہے (زلیخا) اس میں حواس بھی ہیں (برادران یوسف) اور سب سے بڑھ کر یہ اس لیے خوبصورت ہے کہ اس قصے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کی جھلکیاں نظر آ رہی ہیں۔

(مسرور)

۷۔ امام ولی الدین محمد مشکوۃ شریف، ج ۲، مطبوعہ کراچی، حدیث نمبر ۴۶۷۵
۸۔ قرآن حکیم : سورۃ یوسف، ۴
۹۔ " " سورۃ یوسف، ۵
۱۰۔ " " : سورۃ یوسف، ۶
۱۱۔ " " سورۃ یوسف، ۸
۱۲۔ " " : سورۃ یوسف، ۱۱
۱۳۔ " " : سورۃ یوسف، ۱۳
۱۴۔ " " : سورۃ یوسف، ۱۴
۱۵۔ " " سورۃ یوسف، ۱۵
۱۶۔ " " سورۃ یوسف، ۱۶۔۱۸
۱۷۔ " " : سورۃ یوسف، ۱۹۔۲۰

۱۸۔ " " : سورۃ یوسف، ۲۱

۱۹۔ " " : سورۃ یوسف، ۲۱

۲۰۔ " " سورۃ یوسف، ۲۲

۲۱۔ احمد حسن : احسن التفاسیر، مطبوعہ دھلی ۱۳۲۷ھ، تیسری منزل، ص ۱۳۱

۲۲۔ احمد سرھندی مجدد الف ثانی : مکتوبات شریف، ج ۳، مکتوب نمبر ۱۰۰،

۲۳۔ احمد حسن : احسن التفاسیر، مطبوعہ دھلی ۱۳۲۷ھ، تیسری منزل، ص ۱۳۱

۲۴۔ احمد سرھندی مجدد الف ثانی : مکتوبات شریف، ج ۳، مکتوب نمبر ۱۰۰

۲۵۔ احمد سرھندی مجدد الف ثانی : مکتوبات شریف (ترجمہ اردو)، کراچی ۱۹۹۳ء، مکتوب نمبر ۱۰۰، ص ۲۰۹، بنام شیخ نور الحق محدث دہلوی

۲۶۔ ایضاً، ص ۳۱۱

۲۷۔ قرآن حکیم : سورۃ یوسف، ۲۳

۲۸۔ " " : سورۃ یوسف، ۲۳

۲۹۔ " " سورۃ یوسف، ۲۵

۳۰۔ " " سورۃ یوسف، ۲۶۔۲۹

۳۱۔ " " سورۃ مریم، ۲۹

۳۲۔ " " : سورۃ بقرہ، ۱۲۵، سورۃ آل عمران، ۹۷

۳۳۔ " " : سورۃ بقرہ، ۶۰، سورۃ اعراف، ۱۶۰

۳۴۔ " " : سورۃ شعراء، ۶۳

۳۵۔ " " : سورۃ ص، ۴۲

۳۶۔ " " : سورۃ آل عمران، ۴۹

۳۷۔ قرآن حکیم : سورۃ یوسف، ۳۰

۳۸۔ " " : سورۃ یوسف، ۳۱

۳۹۔ " " . سورۃ یوسف، ۳۲

۴۰۔ " " : سورۃ یوسف، ۳۳۔۳۴

۴۱۔ " " : سورۃ یوسف، ۳۶

۴۲۔ " " : سورۃ یوسف، ۳۷

۴۳۔ ڈاکٹر محمد اقبال : ضرب کلیم، مطبوعہ لاہور

۴۴۔ قرآن حکیم : سورۃ یوسف، ۵۳

۴۵۔ " " : سورۃ یوسف، ۳۷۔۴۰

۴۶۔ " " : سورۃ یوسف، ۴۱

۴۷۔ " " سورۃ یوسف، ۴۲

۴۸۔ " " : سورۃ یوسف، ۴۳۔۴۵

۴۹(ا)۔ " " : سورۃ یوسف، ۴۶۔۴۹

۴۹(ب)۔ " " : سورۃ یوسف، ۵۰۔۵۲

۵۰۔ " " : سورۃ یوسف، ۵۴۔۵۵

۵۱۔ امام احمد بن حنبل : مسند، ج ۱، ص ۱۱

۵۲۔ قرآن حکیم : سورۃ یوسف، ۵۶۔۵۷

۵۳۔ ،، ،، سورۃ یوسف، ۵۸۔۶۲

۵۴۔ ،، ،، سورۃ یوسف، ۶۳۔۶۶

۵۵۔ ،، ،، سورۃ یوسف، ۶۷۔۶۹

۵۶۔ ،، ،، سورۃ نجم، ۴۳

۵۷۔ ،، ،، سورۃ یوسف، ۷۰۔۷۵

۵۸۔ ،، ،، سورۃ یوسف، ۷۶

۵۹۔ قرآن حکیم سورۃ یوسف، ۷۷۔۷۹

۶۰۔ ،، ،، سورۃ یوسف، ۸۰۔۸۱

۶۱۔ ،، ،، سورۃ یوسف، ۸۲۔۹۰

۶۲۔ ،، ،، سورۃ یوسف، ۸۳

۶۳۔ ،، ،، سورۃ یوسف، ۸۴۔۸۷

۶۴۔ ،، ،، سورۃ یوسف، ۸۸۔۹۲

۶۵۔ ،، ،، سورۃ فصلت، ۳۳

۶۶۔ ،، ،، سورۃ یوسف، ۱۵

۶۷۔ ،، ،، سورۃ شوریٰ، ۲۳

۶۸۔ ،، ،، سورۃ یوسف، ۹۳۔۹۶

۶۹۔ ،، ،، سورۃ بقرہ، ۲۶۰

۷۰۔ ،، ،، سورۃ بقرہ، ۱۲۵، سورۃ آل عمران، ۹۷

۷۱۔ ،، ،، سورۃ طٰہٰ، ۹۶

۷۲۔ ،، ،، سورۃ ص، ۴۲

۷۳۔ محمد علی الصابونی صفوۃ التفاسیر، القرآن السلام بیروت ص ۴۳

۷۴۔ ایضاً، بحوالہ رازی، ج ۱۸، ص ۲۰۵

۷۵۔ قرآن حکیم سورۃ یوسف، ۹۷۔۹۸

۷۶۔ ،، ،، سورۃ یوسف، ۹۹۔۱۰۰

۷۷۔ امام ولی الدین مشکوٰۃ شریف، ج ۲، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء

۷۸۔ احمد رضا خاں بریلوی الزبدۃ الزکیہ تحریم سجود التحیہ (۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء) مطبوعہ بریلی

۷۹۔ قرآن حکیم، سورۃ بقرہ، ۳۴، سورۃ آل عمران، ۳۳، سورۃ نساء، ۹۵، سورۃ مائدہ ۹۷، سورۃ نمل ۱۶، ۲۳، سورۃ ابراہیم ۵ وغیرہ وغیرہ

۸۰۔ ،، ،، سورۃ یوسف، ۱۰۹

نوٹ :۔

ایک روایت کے مطابق حضرت یعقوب علیہ السلام نے ۱۴۵ سال کی عمر میں مصر میں وصال فرمایا، تدفین بیت المقدس میں ہوئی اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام سے جدائی کے وقت آپ کی عمر تقریباً ۸۱ سال ہوگی کیونکہ بارہ تیرہ سال کی عمر میں حضرت یوسف علیہ السلام جدا ہوئے، تقریباً بارہ سال وزیراعظم ہاؤس میں عزیز مصر کے پاس رہے، بارہ سال جیل خانے میں رہے ---------- رہائی کے بعد سات سال خوشحالی کے رہے، سات

سال قحط سالی کے رہے، پندرہویں سال خوشحالی شروع ہوئی، اسی زمانے میں والدین اور برادران کنعان سے مصر آئے-------- حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں چوبیس سال رہے اس طرح کل چونسٹھ سال بنتے ہیں--------برادران یوسف کی عمریں جدا ہوتے وقت ۲۰۔ ۲۵ کے درمیان ہوں گی--------برادران یوسف جدائی کے بعد جب پہلی بار ملے تو ان کی عمریں ۶۰۔ ۶۵ کے درمیان ہوں گی کیونکہ تقریباً ۴۰ سال کے بعد ملاقات ہوئی اور حضرت یعقوب علیہ السلام سو سال سے اوپر ہوں گے۔

- حضرت یوسف علیہ السلام کے دس بھائی غلہ حاصل کرنے کے لئے پہلی بار کنعان سے مصر گئے، اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کے دور اقتدار کو سات سال گزر چکے ہوں گے کیونکہ یہ لوگ قحط سالی کی زمانے میں گئے--------اقتدار کے پہلے سات سال خوشحالی رہی، دوسرے سات سالوں میں قحط سالی شروع ہوئی۔

- دوسری بار زیادہ غلہ کی طلب میں بنیامین کو لے کر گیارہ بھائی کنعان سے مصر گئے-------- دوسرا سفر بھی غلہ کے لئے تھا تو یہ بھی قحط سالی کے سالوں میں ہوا ہوگا--------۹ بھائی واپس آئے کیونکہ بنیامین روک لئے گئے اور بنیامین کی وجہ سے ایک اور بھائی روبیل ندامت کی وجہ سے خود رک گئے۔

- تیسری بار سفر میں نو بھائیوں سے کم رہے ہوں گے-------- یہ سفر بھی غلہ کی طلب اور بھائیوں کی تلاش میں تھا اس لئے یہ بھی قحط سالی کے زمانے میں ہوا ہوگا-------- واپسی میں دس بھائی ہو گئے ہوں گے کیونکہ راز کھل چکا تھا ممکن ہے بنیامین اور روبیل بھی ساتھ آ گئے ہوں کیونکہ یہ بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے قمیص کے ساتھ خوشخبریاں لے کر آ رہے تھے۔

- چوتھے سفر میں حضرت یعقوب علیہ السلام مع فرزندان کے کنعان سے روانہ ہوئے اور مستقل مصر میں قیام فرمایا۔ یہ سفر پندرہویں سال خوشحالی کے زمانے میں ہوا ہوگا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلی ہی ملاقات میں خود کو کیوں ظاہر نہ فرمایا جب کہ ظاہر کر سکتے تھے، کوئی مانع نہ تھا-------- سمجھ میں بات یہ آتی ہے کہ قحط کے زمانے میں حضرت یوسف علیہ السلام ایک وقت کا کھانا کھاتے تھے-------- آپ نے گوارہ نہ کیا کہ والدین اور بھائیوں کو بلا کر ۲۴ گھنٹے میں ایک وقت کا کھانا کھلائیں اور دو وقت کا کھانا تو عدل و انصاف کے خلاف ہوتا کیونکہ بادشاہ کو بھی ایک وقت کا کھانا مل رہا تھا اس لئے آپ نے بھائیوں کے آنے جانے میں سات سال گزار دیئے، ان کو بھرپور غلہ دیتے رہے، عزت و تکریم کرتے رہے یہاں تک کہ قحط سالی ختم ہو گئی اور اقتدار کے پندرہویں سال خوشحالی کا دور آیا--------

والدین اور بھائیوں کو بلایا، شاندار استقبال کیا اور عزت و آبرو سے رکھا-------حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھائیوں کی مغفرت کے لئے دعا مانگی' حضرت یوسف علیہ السلام نے سب بھائیوں کو معاف کر دیا۔ یہی نہیں سارے مصر والوں کو ان کے اموال واملاک دے کر ان کے دل جیت لئے۔

۸۱ ۔ قرآن حکیم : سورۂ یوسف، ۱۰۱ (مسرور)

قرآن کریم کتابیات

۱۔ ابن ماجہ
۲۔ ابو داؤد شریف
۳۔ احسن التفاسیر
۴۔ بحر الحقائق
۵۔ بحر المحیط
۶۔ تشیید المبانی
۷۔ ترمذی شریف
۸۔ تفسیر ابن جریر
۹۔ تفسیر ابن کثیر
۱۰۔ تفسیر ابو سعود
۱۱۔ تفسیر جلالین
۱۲۔ تفسیر خزائن العرفان
۱۳۔ تفسیر روح المعانی
۱۴۔ تفسیر سدی
۱۵۔ تفسیر صاوی
۱۶۔ تفسیر مظہری
۱۷۔ تفسیر ظلال القرآن
۱۸۔ تفسیر قادری
۱۹۔ تفسیر کبیر
۲۰۔ تفسیر کشاف
۲۱۔ تفسیر غریب القرآن
۲۲۔ تفسیر مدارک
۲۳۔ تفسیر معالم التنزیل
۲۴۔ جواہر التفسیر
۲۵۔ دلائل النبوہ
۲۶۔ صحیح ابن حبان
۲۷۔ صفوۃ التفاسیر
۲۸۔ لطائف سبعین
۲۹۔ مستدرک حاکم
۳۰۔ مسلم شریف
۳۱ مسند احمد
۳۲۔ مغازی ابن اسحاق
۳۳۔ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی
۳۴۔ موطا امام مالک
۳۴۔ ملفوظات مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ایک قدیم البم سے مصر کے آثارِ قدیمہ

منارہ مصر در شہر مصر نمبر ۳۶۷

جامع مسجد در مصر نمبر ۳۶۸

دروازہ دویم قلعہ مصر نمبر ۱۰۱۴

جامع مسجد مصر نمبر ۱۰۱۲

قبہ حضرت ایوب علیہ السلام در بیت المقدس نمبر
مسجد حضرت اسمعیل علیہ السلام در بیت المقدس نمبر
روضہ سلیمان در بیت المقدس نمبر
تسبیح خانہ سلیمان در بیت المقدس نمبر

وکونوا مع الصٰدقین

اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ